MUSLIM UNIVERSITY
ALIGARH

کرنل مقبول حسین سیریز نمبر ۳

ہمایوں نامہ

یعنی

سوانح عمری ہمایوں بادشاہ الملقب بہ نصیر الدین

جو

خود ہمایوں کی بہن گلبدن بیگم نے فارسی زبان میں تصنیف کی

اور

عثمان حیدر مرزا صاحب ایم اے نے

باعانت

ڈاکٹر محمد وحید مرزا صاحب ایم اے پی ایچ ڈی اُردو میں ترجمہ کی اور

آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کی جانب سے حسب ہدایت

نواب صدر یار جنگ بہادر مولانا محمد حبیب الرحمٰن خاں صاحب شروانی آنریری سکرٹری کانفرنس

باہتمام مقتدی خاں شروانی

مطبع مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں طبع ہوئی ۱۳۵۳ھ ۱۹۳۵ء

مقبول سیریز

آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے سالانہ اجلاس لاہور منعقدہ ۱۹۳۳ء کے صدر جناب لفٹننٹ کرنل مقبول حسین صاحب قریشی ایم اے، ایل ایل بی (علیگ) وزیر عدالت ریاست بھاولپور نے اس موقع پر تین ہزار روپیہ کی گرانقدر رقم کانفرنس کو مرحمت فرمائی تھی، جو محترم معطی کے مشورہ سے اس غرض کے لئے مخصوص کر دی گئی کہ اس سے مفید علمی تاریخی کتابوں کا ایک سلسلہ شائع کیا جائے۔ جو مقبول سیریز کے نام سے موسوم ہو چنانچہ گزشتہ ۱۹۳۴ء سے اس تجویز پر عمل شروع ہو گیا ہے، اور یہ کتاب اسی سلسلہ میں شائع ہو رہی ہے۔ انشاء اللہ یہ مفید سلسلہ آئندہ بھی جاری رہیگا، اور اس کے ذریعہ سے محترم معطی کی یادگار قائم رہیگی۔

خزینۂ معلومات مفت طلب کیجئے

چند سال سے کانفرنس نے اپنا بک ڈپو قائم کیا ہے جس میں اردو کے تمام مشہور مصنفین مثلاً نواب محسن الملک، مولانا حالی، علامہ شبلی نعمانی، مولانا حافظ نذیر احمد، مولانا سید سلیمان ندوی، مولانا حاجی محمد حبیب الرحمن خاں شروانی (نواب صدر یار جنگ) وغیرہ کی تصنیفات موجود ہیں جو مناسب نرخ پر فروخت ہوتی ہیں۔

بچوں اور عورتوں کی تعلیم و تربیت و نیز فن تعلیم کے متعلق بھی متعدد و معتبر و مفید کتابیں اس بک ڈپو سے مل سکتی ہیں، اس کے علاوہ گزشتہ چند سال میں خود کانفرنس نے جو عمدہ و دلچسپ کتابیں نہایت اہتمام حسن طباعت و کتابت کے ساتھ شائع کی ہیں مثلاً وقارحیات، حیات محسن، یادِ ایام، خطبات عالیہ، فطرت اطفال، التربیۃ الاستقلالیہ، سلاطین مصر، تاریخ ملیبار، رسالہ اتالیق، بچوں کی تعلیمی ریڈریں، گنجینۂ اسکاوٹنگ، صولت شیر شاہی وغیرہ خصوصیت کے ساتھ مطالعہ کے قابل ہیں، ایک خاص بات یہ ہے کہ عام فائدہ کے خیال سے باوجود ظاہری و معنوی محاسن کے ان کی قیمتیں بہت کم رکھی گئی ہیں، یہ کتابیں بھی کانفرنس بک ڈپو سے ملتی ہیں، اور زیادہ خریداری پر تاجروں کو کمیشن بھی دیا جاتا ہے،

ان سب کتابوں کے تفصیلی حالات اور ان کی قیمتیں رسالہ "خزینۂ معلومات" سے معلوم ہونگی آپ صرف ایک کارڈ لکھ دیجئے۔ رسالہ خزینۂ معلومات جو ۵۲ صفحہ کا ہے دفتر سے محصول ڈاک لگا کر بلا قیمت آپ کی خدمت میں بھیج دیا جائے گا، اس کو پڑھ کر آپ اپنے مذاق و شوق کی کتابیں طلب کر لیجئے۔

ملنے کا پتہ

صدر دفتر کانفرنس سلطان جہاں منزل علی گڑھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہمایوں نامہ گلبدن بیگم بنت بابر بادشاہ

برطانوی عجائب خانہ لندن میں ایک قلمی کتاب فارسی زبان میں
ں کے سرورق پر یہ الفاظ تحریر ہیں:

”ہمایوں نامہ تصنیف گلبدن بیگم بنت بابر بادشاہ“

اس کتاب کے ایک ورق پر شاہجہاں بادشاہ کی مہر اور مندرجہ
تحریر موجود ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

”این تاریخ کہ مشتملست بر مجمل احوال حضرت صاحبقران
گیتی ستان و اولاد امجاد آنحضرت و سوانح ایام حضرت
عرش آشیانی انار اللہ برہانہ تا سال بیست و دوم در
عہد دولت شاہ بابا تصنیف شدہ۔ حررہ شاہ جہان
بادشاہ بن جہانگیر بادشاہ بن اکبر بادشاہ“[۱]

۱؎ ترجمہ بر صفحہ ۲

M.A.LIBRARY, A.M.U.
U9297

اس کتاب کا کوئی اور قلمی نسخہ دستیاب نہیں ہوا، یہ امر قابل افسوس ہے کیونکہ موجودہ کتاب نامکمل ہے یعنی اس کے آخر کے کچھ اوراق مفقود ہیں، اور سلسلۂ بیان بے محل طور پر دفعتاً ختم ہو جاتا ہے،

ایک فاضلہ انگریز خاتون اینٹ۔ ایس بیوریج نے اس دلچسپ نادر کتاب کا ترجمہ انگریزی زبان میں کیا ہے، اور یہ ترجمہ ادبی تحقیق میں ایک بلند پایہ رکھتا ہے۔ موجودہ اردو ترجمہ میں اس فاضلہ کی کتاب سے بھی بعض امور میں استفادہ کیا گیا ہے، اور اس کے علاوہ اور متعدد مستند تاریخی کتب اور ترکی و فارسی لغات کی مدد سے عبارت کی مشکلات کو حل کیا گیا ہے اور ضروری تشریحات کر دی گئی ہیں، اردو ترجمہ میں فارسی عبارت

نوٹ صفحہ ایک:۔ یہ تاریخ جو حضرت صاحبقران گیتی ستاں (امیر تیمور) اور آپ کی اولاد امجاد کے مجمل احوال اور حضرت عرش آشیانی (ہمایوں بادشاہ) انار اللہ برہانہ کے زمانہ کے بائیسویں سال تک کے واقعات پر مشتمل ہے شاہ بابا (اکبر بادشاہ) کے عہد دولت میں تصنیف ہوئی، حررہ شاہجہاں بادشاہ بن جہانگیر بادشاہ بن اکبر بادشاہ"

اینٹ۔ ایس بیوریج نے مندرجۂ بالا عبارت کے انگریزی ترجمہ میں حضرت عرش آشیانی کو اکبر بادشاہ کا مرادف قرار دیا ہے، یہ صحیح نہیں بلکہ حضرت عرش آشیانی سے مراد ہمایوں بادشاہ ہیں، گلبدن بیگم کی تصنیف کا مقصد ہمایوں بادشاہ کے حالات لکھنا تھا۔ اور اسی کی فرمائش اکبر بادشاہ نے اپنے سے کی تھی بابر بادشاہ کا ذکر بھی آپ نے شروع میں محض تبرکاً کر دیا ہے۔

شاہجہاں بادشاہ کی تحریر سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ قلمی نسخہ آپ کے پاس اسی نا تمام حالت میں تھا جس میں اب ہے۔ کیونکہ ہمایوں بادشاہ کے عہد کے

سے حتی الامکان عین مطابقت ملحوظ رکھی گئی ہے، مگر ساتھ ہی یہ بات نظر انداز نہیں کی گئی کہ اُردو زبان سادہ، سلیس اور بامحاورہ ہو، امید ہے کہ یہ کتاب نہ صرف فارسی طلباء کے لئے کار آمد ہوگی بلکہ عام طور پر بھی دلچسپی اور شوق سے پڑھی جائے گی، اور ہندوستان کی تاریخ سے شغف رکھنے والے حضرات کے لئے خاص طور پر مفید ہوگی، اور نیز طبقۂ اناث میں بھی اسے خاص مقبولیت حاصل ہوگی، کیونکہ ہمایوں نامہ کی مصنفہ بھی ایک خاتون ہے ایک ایسی خاتون کہ جس کے پُر اوصاف خصائل کی تقلید اس زمانہ کی عورتوں کے لئے بھی باعث ارتقا ہوگی۔

ترجمہ سے پہلے چند امور کا ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے، ظہیرالدین بابر بادشاہ کے بچوں میں ایک گلبدن بیگم ہی ایسی تھیں کہ جنھیں اپنے پُراوصاف والد کی خوبیٔ تحریر اور ذوقِ شاعری گویا ورثہ میں ملے تھے، تزک بابری ایک

(بقیہ نوٹ صفحہ ۲) بائیسویں سال تک کے حالات موجودہ نسخہ میں درج ہیں، ہمایوں بادشاہ ۱۵۳۰ء میں تخت نشین ہوئے، اور میرزا کامراں کا اندھا کیا جانا جو کتاب میں آخری واقعہ ہے ۱۵۵۳ء میں ہوا، اس طرح ہمایوں بادشاہ کی تخت نشینی سے لیکر اس واقعہ تک قریباً بائیس سال کا عرصہ ہو جاتا ہے،

ہمایوں بادشاہ نے ۲۷ جنوری ۱۵۵۶ء میں وفات پائی، ہمایوں نامہ کے مفقود اوراق میں غالباً آپ کی وفات تک کے حالات درج ہوں گے، یہ سمجھنے کی کوئی وجہ نہیں کہ اکبر بادشاہ کے عہد کے واقعات بھی گلبدن بیگم کے تحریر کئے ہوں گے۔

مشہور و معروف کتاب ہے جس میں بابر بادشاہ نے اپنی پر حوادث زندگی کے حالات بہت دلچسپ پیرایہ میں تحریر کئے ہیں، بابر بادشاہ شعر گوئی میں بھی اچھی دسترس رکھتے تھے اور آپ کی متفرق غزلیات اور اشعار تزک بابری میں محفوظ ہیں، اسی طرح گلبدن بیگم نے ہمایوں نامہ میں اپنے بھائی ہمایوں بادشاہ کے عہد کے واقعات تحریر کئے ہیں، اس تصنیف کے علاوہ آپ کے متفرق اشعار بھی موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ فن شاعری میں بھی آپ اپنے والد کی طرح مہارت تامہ رکھتی تھیں۔

بابر بادشاہ نے اپنی کتاب اپنی مادری زبان ترکی میں لکھی ہے اور آپ کے اکثر اشعار بھی ترکی زبان میں ہیں، آپ کے زمانہ میں ترکی ایک بلند پایہ زبان کی حیثیت رکھتی تھی، وہ محض نیم مہذب تاتاری قبائل کی زبان نہ تھی بلکہ اس میں بہت سے باکمال شاعر اور ادیب موجود تھے، مثلاً علی شیر نوائی میرزا حیدر دوغلات، شہزادہ بایسنقر۔

گلبدن بیگم نے اپنی کتاب فارسی زبان میں لکھی ہے، بابر بادشاہ کی اولاد میں فارسی زبان کا رواج رفتہ رفتہ ہوتا گیا، سمرقند چھوڑنے کے بعد بابر بادشاہ ۶ سال تک کابل میں مقیم رہے، یہاں کے باشندوں کی زبان فارسی تھی، اس کے بعد آپ ہندوستان میں آئے تو یہاں جو مسلمان آباد تھے وہ بھی فارسی زبان سے ہی مانوس تھے، اس طرح آہستہ آہستہ فارسی زبان چغتائی ترکی پر غالب آ گئی، یہاں تک کہ چند پشت کے بعد بابر بادشاہ کی اولاد اپنی مادری زبان سے بالکل ناآشنا ہو گئی۔

گلبدن بیگم ترکی زبان سے واقف تھیں اور آپ کی فارسی تحریریں جابجا
آپ کی مادری زبان کی جھلک دکھائی دیتی ہے یعنی آپ اپنی تحریریں بہت
سے ترکی الفاظ بھی استعمال کرتی ہیں، آپ کی تحریر کے متعلق کہا گیا ہے کہ اس
میں وہی چاشنی پائی جاتی ہے جو آج کل ایران کی معمولی بول چال میں موجود
ہے۔ بات یہ ہے کہ گلبدن بیگم کی تحریر کی طرح ایران کی رائج الوقت زبان
بھی بہت کچھ ترکی سے متاثر ہے، ایران میں جو ترکمان قبائل آباد ہیں ان
کی زبان اب تک ترکی ہے، ایران کا ملک بہت عرصہ تک تاتاریوں کی
حکومت میں رہا ہے، آخری شاہی خاندان قاچار بھی ترکی الاصل تھا، یہی
وجہ ہے کہ ہم گلبدن بیگم کی زبان کو کوئی متروک یا مجہول زبان نہیں پاتے
بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس میں وہی لطف اور وہی کیفیت موجود ہے جو آج کل
کے ایرانی گھرانوں کے محاورات میں پائی جاتی ہے۔

گلبدن بیگم بابر بادشاہ کی بیٹی تھیں، اس طرح آپ کی رگوں میں تیموری خون
کے ساتھ چنگیزی خون بھی موجود تھا کیونکہ بابر بادشاہ اپنے والد کی طرف سے
امیر تیمور کے بیٹے میراں شاہ کی نسل سے اور والدہ کی جانب سے چنگیز خاں
کے بیٹے چغتائی خاں کی نسل سے تھے، یعنی ترکی اور مغلی دونوں جانب سے
اعلیٰ ترین حسب و نسب رکھتے تھے۔ گلبدن بیگم ۱۵۲۳ء میں کابل میں پیدا
ہوئیں، آپ کی پیدائش کے وقت بابر بادشاہ کو کابل پر حکمرانی کرتے ہوئے
قریباً انیس سال کا عرصہ گزر چکا تھا، اور آپ ان دنوں ہندوستان پر فوج
کشی کا سامان کر رہے تھے، بچپن کا زمانہ گلبدن بیگم نے اپنے والد کے سایہ

عاطفت میں کابل اور ہندوستان میں بسر کیا، جب پہلی مرتبہ آپ ہندوستان
آئیں تو آپ کی عمر تقریباً پانچ سال کی تھی، یہاں آنکے دو ڈھائی سال بعد آپ کے
والد کا انتقال ہو گیا، اس کے بعد آپ اپنے بھائی ہمایوں بادشاہ کی
حفاظت میں رہیں اور وہ آپ سے ہمیشہ بہت شفقت اور محبت سے پیش
آتے تھے، سولہ سال کی عمر میں آپ کی شادی ہو گئی، آپکے خاوند خضر خواجہ خاں
تھے جو امین خواجہ کے بیٹے اور اپنی والدہ کی جانب سے حیدر میرزا دوغلات
کی نسل سے تھے، یعنی اعلیٰ نسب چغتائی مغل تھے، اپنی شادی کا ذکر گلبدن بیگم
نے ایک جگہ اشارۃً کیا ہے، جب ہمایوں بادشاہ بنگال کی مہم سے واپس
آئے تو آپ نے گلبدن بیگم کو لچک قصابہ پہنے دیکھکر پہلی نظر میں پہچانا ہی نہیں
لچک قصابہ ایک خاص وضع کا رومال ہوتا تھا جو لڑکیاں شادی کے بعد
پہنتی تھیں، یہ کتخدائی کا نشان تھا، اپنی شادی کے متعلق صرف یہی ایک اشارہ
گلبدن بیگم کی کتاب میں پایا جاتا ہے، اور اپنے خاوند کا ذکر کرنے میں آپ
بہت حجاب برتتی ہیں، انھیں اپنے ہاتھ سے خط لکھنا بھی معیوب سمجھتی تھیں، اگر
اس ازدواجی کہنہ خیالی کے ساتھ اس زمانہ کی عورتوں میں بعض باتوں کے
متعلق ایسی روشن خیالی موجود تھی جو آج کل کی عورتوں میں کمیاب ہے، پردے
کی قیود بہت کم تھیں اور عورتیں آزادی سے سیر و سفر کرتی تھیں، شہسواری، چوگان
بازی، تیراندازی اور کئی اور قسم کے فنون میں انھیں مردوں کی طرح مہارت
حاصل کرنے کے مواقع تھے، فن موسیقی کا بھی بہت رواج تھا، حقیقت یہ ہے
کہ پردے کی رسم مغلوں میں ہندوستان آنے کے بعد پختہ ہو گئی ورنہ سمرقند

اور کابل میں پردہ کا رواج بہت کم تھا۔ ہمعصر مورخین مثلاً ہسپانوی سفیر کلاویجو کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ امیر تیمور کی بیگمات غیر ملکی سفراء وغیرہ کو اپنے ہاں مدعو کرتی تھیں اور خود ضیافت میں شریک ہو کر میزبانی کے فرائض سرانجام دیتی تھیں، عورتیں بہت عزت و احترام کی نظر سے دیکھی جاتی تھیں اور ان کا دائرۂ اثر گھر بار کے انتظام تک محدود نہ تھا بلکہ اہم سیاسی معاملات میں بھی ان سے مشورہ کیا جاتا تھا اور ان کی رائے کو بہت وقعت دی جاتی تھی۔

گلبدن بیگم نے ہمایوں نامہ اپنے بھتیجے اکبر بادشاہ کی فرمایش سے لکھا تھا، اس وقت اگرچہ آپ کا بڑھاپا تھا مگر گزشتہ واقعات کے متعلق آپ کی یادداشت میں کوئی نقص نہیں آیا تھا، اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ بوڑھے آدمی نسبتاً قریب کے زمانہ کی باتیں تو بھول بھی جاتے ہیں مگر اوائل عمر کی پرانی باتیں زیادہ اچھی طرح اُن کے ذہن میں محفوظ رہتی ہیں، کتاب کا آغاز بابر بادشاہ کے ذکر سے ہوتا ہے یعنی گلبدن بیگم شروع کتاب میں تبرکاً اپنے والد (بادشاہ بابام) کا ذکر خیر کرتی ہیں، بابر بادشاہ کے انتقال کے وقت آپ بہت کمسن تھیں اسلئے اس زمانہ کی زیادہ باتیں آپ کو یاد نہیں، اور اس زمانہ کے بہت سے واقعات کا تذکرہ واقعنامہ یعنی تزک بابری سے ماخوذ ہے شروع میں ماوری النہر کے علاقہ میں بابر بادشاہ کی اپنے دشمنوں سے کشمکش کا ذکر ہے، تین مرتبہ سمرقند فتح کر کے کھو دینے کے بعد بابر بادشاہ مجبوراً اپنے آبائی ملک کو خیرباد کہتے ہیں اور بے سروسامانی کی حالت میں کابل چلے

آتے ہیں، ہندوستان پر آپ کی فوج کشی، سلطان ابراہیم سے جنگ، اور رانا سانگا کی شکست کا مفصل ذکر ہمایوں نامہ میں موجود ہے، آگرہ میں آپ مختلف عمارات تعمیر کراتے ہیں، اور خواجہ کلاں کے ہاتھ بیگمات کے لئے ہندوستان کے تحائف کابل بھجواتے ہیں، رانا سانگا کی شکست کے بعد ماہم بیگم کابل سے ہندوستان تشریف لاتی ہیں اور ان کی ہمراہی میں گلبدن بیگم پانچ سال کی عمر میں پہلی مرتبہ ہندوستان کی سرزمین میں قدم رکھتی ہیں، یہاں آکر دھولپور اور بعض اور مقامات کی سیر کا ذکر ہے اور ہمایوں بادشاہ کی بیماری اور بابر بادشاہ کے انتقال کا تذکرہ ہے، یہ سب باتیں گلبدن بیگم کو کچھ تو خود یاد ہیں اور کچھ اور لوگوں سے سنکر لکھی ہیں، توی طلسم اور میرزا ہندال کی شادی کا جشن بہت تفصیل سے بیان کیا گیا ہے، ہمایوں بادشاہ اور شیر خاں کی جنگ کا ذکر بھی مفصل طور پر موجود ہے، جب ۱۵۴۰ء میں ہمایوں بادشاہ ہندوستان کو خیر باد کہکر سندھ اور ایران کا رخ کرتے ہیں تو گلبدن بیگم مجبوراً میرزا کامراں کی ہمراہی میں کابل چلی جاتی ہیں اور اس طرح چند سال تک ہمایوں بادشاہ سے جدا رہتی ہیں، سندھ کے علاقہ میں ہمایوں بادشاہ کی بادیہ پیمائی اور حمیدہ بانو بیگم سے شادی کا ذکر بہت دلچسپ ہے، یہ باتیں اگرچہ آپ نے خود نہیں دیکھیں مگر بعض اور بیگمات اور خود حمیدہ بانو بیگم کی زبانی سُنی ہونگی ۱۵۴۵ء میں ہمایوں بادشاہ ایران سے واپس آتے ہیں اور کابل پر دوبارہ قابض ہوتے ہیں، میرزا کامراں کی غداری سے میرزا ہندال شہید ہو جاتے ہیں ۱۵۵۱ء میں اپنے عزیز بھائی کی شہادت گلبدن بیگم کے لئے ایک بہت بڑا

صدمہ تھا اور اس واقعہ کا ذکر آپ نے بہت دردناک پیرایہ میں کیا ہے،
کتاب کے آخری حصہ میں میرزا کامراں کی گرفتاری اور امرا کا متفق ہو کر ان
کے قتل کا مطالبہ کرنے کا بیان ہے، اور یہاں پہنچ کر تحریر دفعتاً ختم ہو جاتی ہے
اور کتاب کے باقی اوراق غائب ہیں۔

ہمایوں نامہ کی تاریخی حیثیت و اہمیت ایک خاص رنگ رکھتی ہے
اس کتاب کی تحریر اس کی مصنفہ کی شخصیت کے ساتھ وابستہ ہے، اس کی لکھنے
والی ایک ایسی خاتون ہے جو ان عظیم ہستیوں کے ساتھ شامل ہے جن کے
کارناموں سے صفحات تاریخ درخشاں ہیں، اس کا دائرہ علم باہر کے واقعات
تک ہی محدود نہیں بلکہ وہ اس اندرونی دائرہ میں بھی قدم رکھتی ہے جس سے
اکثر مورخین ناآشنا ہیں، اور مورخین کی طرح وہ صرف باہر کی سطح پر نظر نہیں
رکھتی بلکہ پس پردہ بھی دیکھ سکتی ہے "جنگ اور فتح شکست کے حالات بہت سی
تواریخ میں موجود ہیں، ہمایوں نامہ کی خوبی ان واقعات کے بیان سے نہیں
بلکہ اس کے قابل قدر وہ حصص ہیں جو ہمیں ان عظیم ہستیوں کے گویا قریب لاکر
کھڑا کر دیتے ہیں، اور ہمیں انکی شخصیت، ان کی عادات، اور ان کے احساسات
کی ایسی جھلک دکھاتے ہیں کہ جس سے ان کی جیتی جاگتی تصویریں ہماری نظر
کے سامنے آجاتی ہیں۔ گلبدن بیگم کی کتاب میں ہمایوں بادشاہ اور بابر بادشاہ
اور ان کے متعلقین کی بابت بہت سی ایسی چھوٹی چھوٹی سی روزمرہ کی باتیں ہیں
جو خاص طور پر ہماری دلچسپی کا باعث ہیں اور جن کی وجہ سے ہم ان برگزیدہ صاف
ہستیوں کو زیادہ اچھی طرح سمجھنے کے قابل ہو جاتے ہیں، انگریزی زبان میں

ایک شکل اس مفہوم کی ہے کہ اگر ہم کسی شخص کو بہت اچھی طرح جانتے ہوں یعنی
اس کی معمولی معمولی باتوں سے بھی بخوبی واقف ہوں تو ہمارے دل میں ضرور
اس کے لئے ایک تحقیر سی پیدا ہو جاتی ہے، ممکن ہے کہ یہ بات ایک حد
تک صحیح ہو، مگر اس کے برعکس ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ جب تک ہم کسی شخص کو
بخوبی نہ جانتے ہوں اور اس کی چھوٹی چھوٹی باتوں سے واقف نہ ہوں
ہم اس سے پوری طرح اُنس بھی نہیں رکھ سکتے، یہی وجہ ہے کہ اس قسم کی
کئی چھوٹی چھوٹی باتیں جو ہمایوں نامہ میں پائی جاتی ہیں ہمارے لئے خاص
طور پر دلچسپی کا باعث ہیں اور ہمارے دل میں ان اشخاص کی جانب جو اس
کتاب میں مذکور ہیں ایک قسم کا اُنس پیدا کر دیتی ہیں، مثال کے طور پر بیگہ بیگم
کا ہمایوں بادشاہ کو صبح کی نماز کے لئے بیدار کرنا اور بے محل شکایتوں کا دفتر
کھولنا، ہمایوں بادشاہ کا بیگمات سے خفا ہو جانا، بیگمات کا سیر کو جانا،
میرزا ہندال کا جشن شادی اور جہیز کی تفصیل، کھانے پر میرزا سلیمان
کی ناشائستہ حرکت، میرزا ہندال کی سادہ لوحی اور حرم بیگم کے نام خط
وغیرہ وغیرہ۔

گلبدن بیگم نے اپنی کتاب میں ہندوستان اور اس کے باشندوں
کا کوئی خاص ذکر نہیں کیا اور یہاں کی خصوصیات اور رسم و رواج کے متعلق
کوئی رائے ظاہر نہیں کی، تاہم اس بنا پر ہم یہ فرض نہیں کر سکتے کہ گلبدن بیگم کو
بھی خواجہ کلاں کی طرح ہندوستان سے کوئی دلبستگی نہ تھی، ہمایوں نامہ
ایک خاص مقصد سے لکھا گیا تھا یعنی اس کا دائرہ ہمایوں بادشاہ اور آپ

کے متعلقین اور رفقا کے ذکر تک محدود ہے، ہندوستان کی چیزوں کے بیان کا کوئی خاص موقع و محل نہ تھا، تاہم آپ اپنی تحریر میں کئی جگہ ہندی کے الفاظ استعمال کرتی ہیں، مثلاً چھپر کٹ (چھپر کھٹ) پاتر (پتر یا) گوارا (گنوار) وغیرہ۔

ہمایوں نامہ کی مصنفہ کی شخصیت کی بابت چند امور کا ذکر خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ مختلف دلائل کی بنا پر ہم وثوق سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ آپ حسن سیرت کے ساتھ حسن صورت سے بھی مزین تھیں، ذہن، ذکاوت اور علمیت کے لحاظ سے آپ اپنے زمانہ کی عورتوں پر نمایاں فوقیت رکھتی تھیں، بچپن سے ہی آپ کی ہونہاری نے سب کو اپنا گرویدہ بنا لیا تھا، بابر بادشاہ اور ماہم بیگم نے آپ کی بہت لاڈ پیار سے پرورش کی تھی، ور آپکے سب بھائی بہن آپ کو بہت قدر و منزلت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تیمارداری میں بھی آپ کو خاص ملکہ تھا، چنانچہ میرزا کامراں اپنی بیماری کی حالت میں آپ کا ساتھ ہونا از حد غنیمت جانتے تھے، اور باوجود یہ جاننے کے کہ آپ ہمایوں بادشاہ کی خاص طور پر معاون ہ رفدار ہیں کبھی آپ سے درشتی سے پیش نہیں آئے، چنانچہ ایک دفعہ مغلوب الغیظ ہو کر میرزا کامراں نے جب بیگمات کو قید کر دیا تھا گر لبدن بیگم ان کے عتاب سے مامون رہیں، اور خضر خواجہ کو خط لکھنے سے صاف انکار کر دینے کے باوجود میرزا کامراں نے آپ پر کوئی سختی نہیں ، اس واقعہ کا دلچسپ ذکر ہمایوں نامہ میں موجود ہے۔

گلبدن بیگم کی آخر عمر امن چین سے اکبر بادشاہ کے عہد میں بسر ہو
پچاس سال کی عمر میں آپ کو طواف بیت اللہ کا شوق دامنگیر ہوا، او
۱۵۷۵ء میں خشکی اور سمندر کا دور دراز اور پُرخطر سفر طے کر کے آپ ملک
عرب میں پہنچیں جہاں آپ نے ساڑھے تین سال بسر کئے اور اس اثنا میں
بار مرتبہ طواف کیا، فروری ۱۶۰۳ء میں بمقام آگرہ آپ اس جہان فانی
سے رخصت ہوئیں، اس وقت آپ کی عمر اسّی سال کے قریب تھی۔

خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہو گئیں

(غالب)

عثمان حیدر میرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہمایوں نامہ

بادشاہ سلامت کا یہ فرمان تھا کہ حضرت فردوس مکانی اور حضرت جنت آشیانی کے جو واقعات زندگی تمہیں معلوم ہوں انھیں قلمبند کرو۔

جب حضرت فردوس مکانی اس جہان فانی سے عالم جاودانی کی طرف سدھارے اس وقت مجھ ناچیز کی عمر آٹھ سال کی تھی، اس لئے آپ کے عہد کی کچھ زیادہ باتیں تو مجھے یاد نہیں مگر جتنا بھی مجھے یاد ہے اور جو کچھ سنا ہے وہ بموجب فرمان شاہی لکھے دیتی ہوں۔

اپنے والد بادشاہ بابر کے حالات اس کتاب کے پہلے حصہ میں لکھتی ہوں، اگرچہ آپ کی تاریخ توزک بابری میں یہ باتیں بیان ہو چکی ہیں مگر یہاں بطور یادگار اور تبرکاً ان باتوں کا ذکر کرتی ہوں۔

حضرت صاحبقراں (امیر تیمور) کے عہد سے لیکر حضرت فردوس مکانی کے زمانہ تک گزشتہ بادشاہوں میں سے کسی نے بھی آپ کے برابر

مشقت اور تکلیف نہیں اٹھائی، جب آپ بادشاہ ہوئے تو آپ کی عمر بارہ سال کی تھی، آپ کے نام کا خطبہ ولایت فرغانہ کے پایۂ تخت اندجان میں بتاریخ ۵ رمضان المبارک ۸۹۹ھ پڑھا گیا، اس کے بعد گیارہ سال تک آپ علاقہ ماوراءالنہر میں چغتائی، تیموری اور ازبک سلاطین سے کشمکش میں مصروف رہے، اور ان کے مقابلہ میں اتنی لڑائیاں اور کارنامے کئے کہ زبان قلم میں یہ تاب و طاقت نہیں کہ ان کی پوری تعداد اور کیفیت بیان کرے۔

بادشاہی کرنے میں جتنی تکلیفیں اور شدید خطرے ہمارے حضرت بادشاہ کو پیش آئے اتنے شاید ہی کسی کو پیش آئے ہوں، اور جنگ کے میدانوں میں اور خطروں میں جیسا تحمل اور جیسی مردانگی اور دلیری آپ نے دکھائی اس کی مثال کسی اور بادشاہ کے ذکر میں بمشکل ملے گی، تین دفعہ اپنی تلوار کے زور سے آپ نے سمرقند فتح کیا، پہلی دفعہ جب آپ کی عمر بارہ (۱۴) سال کی تھی، دوسری دفعہ انیس (۱۹) سال کی عمر میں اور تیسری مرتبہ جب آپ کی عمر بائیس (۲۲) سال کی تھی، چھ مہینے تک آپ سمرقند میں محصور رہے، آپ کے چچا سلطان حسین مرزا بایقرا نے جو خراسان کے حاکم تھے آپ کو کمک نہ بھیجی اور اسی طرح آپ کے ماموں سلطان محمود خاں جو کاشغر میں حکمراں تھے انہوں نے بھی آپ کی مدد نہ کی، اور جب کسی طرف سے بھی مدد نہ ملی تو آپ مایوس ہو گئے۔

اس نازک وقت میں شاہی بیگ خاں نے کہلا بھیجا کہ اگر اپنی بہن خانزادہ بیگم کی شادی مجھ سے کر دو تو ہمارے اور تمہارے درمیان صلح ہو جائیگی اور اتحاد اور دوستی قائم ہو جائے گی، آخر یہی کرنا پڑا، خانزادہ بیگم کی

شادی خان مذکور سے کردی اور خود محاصرہ سے باہر نکل آئے، اس وقت آپ کے ساتھ دوسو پیدل سپاہی تھے جن کے بدن پر چپان اور پاؤں میں گنواری جوتیاں تھیں اور ہاتھوں میں ڈنڈے، اس بے سروسامانی کی حالت میں خدا پر توکل کرکے بدخشاں کی سرزمین اور کابل کی طرف روانہ ہوئے

قندوز اور بدخشاں میں خسرو شاہ اپنے لشکر اور اہل وعیال سمیت موجود تھا وہ آکر بادشاہ کے حضور میں آداب بجالایا، اس سے بہت سی سنگین خطائیں سرزد ہوئی تھیں مثلاً بایسنقر میرزا کا قتل کرنا اور سلطان مسعود میرزا کو اندھا کرنا، یہ دونوں بادشاہ کے چچا کے بیٹے تھے اور اس سے پہلے اس زمانہ میں جبکہ حضرت بادشاہ اپنے دشمنوں سے جنگ میں مصروف تھے اور آپ ضرورتاً اس کے علاقہ میں سے گزرے تھے تو اس نے بہت درشتی اور سختی سے آپ کو اپنے علاقہ سے نکال دیا تھا، مگر حضرت بادشاہ مردانگی اور مروت کا مجسمہ تھے، انتقام کا خیال دل میں نہ گزرنے دیا بلکہ فرمایا کہ اپنے جواہرات اور چاندی سونے کے ظروف جس قدر اس کا جی چاہے اپنے ساتھ لے جائے، اس نے پانچ چھ قطار اونٹ اور پانچ چھ قطار باربرداری کے خچر اپنے ساتھ لئے اور بادشاہ سے اجازت لیکر خراسان کی طرف چلا گیا، حضرت بادشاہ کابل کی طرف روانہ ہوئے۔

ان دنوں کابل کی حکومت محمد مقیم ارغون کے ہاتھ میں تھی جو ذوالنون ارغون کے بیٹے تھے اور ناہید بیگم کے دادا، الغ خاں کی وفات کے بعد انہوں

نے کابل عبدالرزاق میرزا سے چھین لیا تھا، عبدالرزاق میرزا بادشاہ کے چچا کے بیٹے تھے۔

بادشاہ صحت اور سلامتی سے کابل پہنچے، دو تین روز محاصرہ رہا چند دن کے بعد محمد مقیم ارغون نے عہد وپیمان کرکے کابل بادشاہ کے آدمیوں کے سپرد کردیا اور اپنا مال واسباب لیکر اپنے باپ کے پاس قندھار چلے گئے، یہ کابل کی فتح اواخر ماہ ربیع الثانی سنہ ۹۱۰ھ میں ہوئی اور کابل کی تسخیر کے بعد بادشاہ بنگش چلے گئے اور اس مقام کو ایک ہی حملہ میں فتح کرکے واپس کابل آگئے۔

حضرت خانم جو بادشاہ کی والدہ تھیں وہ چھ روز بخار میں مبتلا رہنے کے بعد اس عالم فانی سے دارالبقا کی طرف روانہ ہوئیں، باغ نوروزی میں انھیں دفن کیا گیا، اس باغ کے مالک جو وہاں کے جاگیردار تھے انھیں بادشاہ نے ایک ہزار مثقال کے وزن کے سکے دیکر رخصت کیا اس اثناء میں سلطان حسین میرزا کی جانب سے بہت تاکیدی خط آئے کہ میں ازبکوں کے خلاف جنگ کا ارادہ کررہا ہوں اگر آپ بھی آجائیں تو بہت اچھا ہے۔ حضرت بادشاہ پہلے ہی خدا سے یہ چاہتے تھے، چنانچہ آپ سلطان حسین میرزا کی مدد کو روانہ ہوئے، مگر ابھی راستہ ہی میں تھے کہ خبر آئی کہ سلطان حسین میرزا کا طائر روح پرواز کرگیا۔ حضرت بادشاہ کے امراء نے عرض کی کہ اب چونکہ سلطان حسین میرزا کا انتقال ہوگیا ہے اس لئے مناسب یہی ہے کہ واپس کابل چلے جائیں۔ حضرت نے فرمایا کہ اب

اس قدر مسافت تو طے کر ہی چکے ہیں اب تو میرزا مرحوم کے عزیزوں سے ماتم پرسی کر کے جائیں گے، چنانچہ آپ خراسان کی طرف روانہ ہوئے، جب بادشاہ کے آنے کی خبر پہنچی تو سوائے بدیع الزماں میرزا کے سلطان حسین میرزا کے سب بیٹے ملکر آپ کا استقبال کرنے گئے، سلطان حسین میرزا کے امرا برندوق بیگ اور ذوالنون بیگ نے کہا کہ بادشاہ بدیع الزماں میرزا سے پندرہ سال چھوٹے ہیں اس لئے مناسب بات یہی ہو کہ پہلے بادشاہ تعظیم کر کے ملیں۔

قاسم بیگ نے جواب میں کہا کہ اگرچہ عمر میں بادشاہ چھوٹے ہیں مگر چنگیزی قانون کی رو سے انھیں فوقیت حاصل ہے کیونکہ انھوں نے اپنی تلوار کے زور سے کئی دفعہ سمرقند فتح کیا ہے، آخر فیصلہ یہ ہوا کہ ایک دفعہ بادشاہ جھک کر تعظیم کریں اس کے بعد بدیع الزماں میرزا بادشاہ کی تعظیم کے لئے آگے بڑھ کر ان سے گلے ملیں، جب بادشاہ دروازہ سے اندر داخل ہوئے، تو میرزا بے خیال بیٹھے تھے، قاسم بیگ نے حضرت بادشاہ کی پیٹی پکڑ کر کھینچی (اور انھیں آگے بڑھ کر تعظیم کرنے سے روک دیا) اور برندوق بیگ اور ذوالنون بیگ سے کہا کہ قرار یہ پایا تھا کہ میرزا آگے بڑھ کر آئیں اور گلے ملیں، اسی اثنا میں میرزا نے جو دیکھا کہ بادشاہ آگئے تو وہ) بہت گھبرا کر آگے بڑھے اور آکر بادشاہ سے گلے ملے۔

جتنے دن بادشاہ خراسان میں رہے سلطان حسین میرزا کے بیٹے آپ کی بہت خاطر مدارات کرتے رہے، بہت سی دعوتیں کیں اور سب باغات

اور قابل دید مقامات کی سیر کرائی۔

میرزا یان نے اصرار کیا کہ آپ موسم سرما یہیں بسر کریں اور توقف فرمائیں تاکہ سردی کے بعد ہم اوزبکوں سے جنگ کر سکیں، مگر جنگ کے متعلق وہ آپس میں کوئی قطعی فیصلہ نہ کر سکے۔

اسی سال تک سلطان حسین میرزا نے خراسان کو آباد اور معمور رکھا تھا مگر ان کے بیٹے چھ مہینے تک بھی اپنے باپ کے ملک کی حفاظت نہ کر سکے۔

جب حضرت بادشاہ نے ان کی یہ بے پروائی دیکھی تو آپ ان جگہوں کے دیکھنے کے بہانہ سے جو آپ نے اپنے خرچ اخراجات کے حصول کے لئے مقرر کی تھیں کابل کی طرف روانہ ہو گئے۔

اس سال برف بہت پڑی تھی، اس کی وجہ سے راستہ بھول گئے بادشاہ سلامت اور قاسم بیگ نے نزدیک کا راستہ اختیار کیا تھا مگر امرا نے ایک اور راستہ کا مشورہ دیا، اور چونکہ ان کی بات نہ مانی گئی اس لئے وہ سب آپ کو چھوڑ کر اپنے راستہ پر چلے گئے، تین چار دن تک یہ کیفیت رہی کہ بادشاہ سلامت اور قاسم بیگ اور اس کے بیٹے برف ہٹا کر راستہ بناتے تھے اور لشکر کے آدمی ان کے پیچھے پیچھے چلتے تھے، اسی طور سے غوربند پہنچے وہاں ہزارہ قبیلے کے کچھ باغیوں سے مٹھ بھیڑ ہوئی اور جنگ ہوئی، ہزارہ کے لوگوں کی بہت سی گائیں بھیڑیں اور مال اسباب بادشاہ کے آدمیوں کے ہاتھ آیا، اور یہ بیشمار مال غنیمت لیکر وہ کابل کی طرف روانہ ہوئے۔

جب کوہ منار کے دامن کے قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ میرزا خان

اور میرزا محمد حسین گورگان باغی ہو گئے ہیں اور انہوں نے کابل کا محاصرہ کر رکھا ہے، کابل کے قلعہ میں جو آپ کے آدمی محصور تھے ان کے نام حضرت بادشاہ نے دلاسا اور تسلی کے خط بھیجے کہ ہمت نہ ہارو ہم بھی آپہنچے ہیں، ہم کو دیبی ماہ پر آگ جلائیں گے اور تم خزانہ کی عمارت پر روشنی کرنا تاکہ ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ تم ہماری آمد سے باخبر ہو، صبح کے وقت اس جانب سے تم اور اس طرف سے ہم غنیم پر حملہ کریں گے، مگر قلعہ کے آدمیوں کے باہر نکلنے سے پہلے ہی آپ نے جنگ کر کے فتح حاصل کر لی۔

میرزا خاں اپنی والدہ کے مکان میں چھپ گئے جو بادشاہ کی خالہ تھیں، میرزا محمد حسین اپنی بیوی کے گھر میں پناہ گزیں ہوئے، وہ بادشاہ کی چھوٹی خالہ تھیں، میرزا محمد حسین کو اپنی جان کا خوف تھا، وہ ایک قالین پر لیٹ گئے اور اپنے خادم سے کہا کہ قالین کو لپیٹ کر باندھ دے، آخر بادشاہی آدمیوں کو خبر ہوئی، انہوں نے آکر میرزا محمد حسین کو قالین میں سے نکال لیا اور انہیں بادشاہ کے سامنے پیش کیا، حضرت بادشاہ نے اپنی خالاؤں کی خاطر سے ان کی خطا معاف کر دی اور جس طرح پہلے ہر روز اپنی خالاؤں کے گھر آتے جاتے تھے اسی طرح ان کے ہاں آمد و رفت جاری رکھی، بلکہ ان سے اور بھی زیادہ مہربانی سے پیش آتے رہے تاکہ ان کے دل میں کسی طرح کا رنج یا کلفت نہ آنے پائے، اور میدانی علاقہ میں آپ نے ان کے لئے جاگیر مقرر فرمائی۔

اس طرح خدا تعالیٰ نے کابل کو میرزا خاں سے نجات دلائی اور

آپ کے سپرد کیا، اس وقت آپ کی عمر ۲۳ سال کی تھی، آپ کا کوئی بچہ نہیں تھا اور اولاد کی آپ کے دل میں بہت آرزو تھی، جب آپ کی عمر سترہ سال کی تھی تو آپ کے ہاں عائشہ سلطان بیگم دختر سلطان احمد میرزا سے ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی جو تین مہینہ کی ہو کر فوت ہو گئی، کابل کی فتح خدا تعالیٰ نے آپ کے لئے بہت مبارک کی کیونکہ اس کے بعد آپ کے ہاں اٹھارہ بچے پیدا ہوئے، اول آکم یعنی ماہم بیگم سے حضرت ہمایوں بادشاہ، باربول میرزا، مہرجہاں بیگم، ایشان دولت بیگم، اور فاروق میرزا معصومہ سلطان بیگم دختر سلطان احمد میرزا کے ہاں ایک لڑکی ہوئی جس کی پیدائش کے وقت آپ فوت ہوگئیں، لڑکی کا نام ماں کے نام پہ رکھدیا گیا گلرخ بیگم سے کامران میرزا، عسکری میرزا، شاہرخ میرزا، سلطان احمد میرزا، اور گلعذار بیگم

دلدار بیگم سے گلرنگ بیگم، گلچہرہ بیگم، ہندال میرزا، گلبدن بیگم، اور آلودمیرزا۔

غرض کابل کا لینا نیک فال سمجھتے تھے کیونکہ سب بچے وہیں پیدا ہوئے سوائے دو لڑکیوں کے جن کی پیدائش خوست میں ہوئی یعنی مہرجہاں بیگم ماہم بیگم سے، اور گلرنگ بیگم دلدار بیگم سے۔

حضرت فردوس مکانی کے سب سے بڑے بیٹے حضرت ہمایوں بادشاہ کی پیدائش مبارک سہ شنبہ کی رات ۴ ذیقعدہ ۹۱۳ھ کو کابل کے قلعہ میں

ہوئی، اس وقت آفتاب برج حوت میں تھا، اسی سال حضرت فردوس مکانی نے اپنے سب امراء اور سب لوگوں سے کہا کہ مجھے بابر بادشاہ کہا کرو، حضرت ہمایوں بادشاہ کی پیدائش سے پہلے آپ میرزا بابر کہلاتے تھے، اور سب بادشاہوں کے بیٹے بھی میرزا کہلاتے تھے، ہمایوں بادشاہ کی پیدائش کی سال میں آپ نے بابر بادشاہ کا لقب اختیار کیا، حضرت جنت آشیانی کی پیدائش کی تاریخ "سلطان ہمایوں خاں" ہوئی، ایک اور تاریخ "شاہ فیروز قدر" ہوئی،

بچوں کی پیدائش کے بعد خبر آئی کہ شاہی بیگ خاں (اوزبک) کو شاہ اسمٰعیل نے شکست دیکر قتل کر دیا، یہ خبر سنکر حضرت بادشاہ نے کابل ناصر میرزا کی حفاظت میں دیا اور اپنے اہل وعیال اور بچوں کو لیکر جن میں ہمایوں بادشاہ، مہرجہاں بیگم، باربول میرزا، معصومہ سلطان بیگم، اور میرزا کامراں شامل تھے سمرقند کا رُخ کیا، شاہ اسمٰعیل کی مدد سے آپ نے سمرقند فتح کیا اور پورے آٹھ مہینے تک ماوراء النہر کا علاقہ آپ کے تصرف میں رہا مگر بھائیوں کی ناموافقت اور اہل مغل کی مخالفت کا یہ نتیجہ ہوا کہ بمقام "کول ملک" عبید اللہ خاں نے آپ کو ہزیمت دی، اور چونکہ اس علاقہ میں آپ قدم نہ جما سکے اس لئے بدخشاں اور کابل کی طرف واپس چلے آئے اور آیندہ کے لئے ماوراء النہر کا خیال دماغ سے نکال دیا،

کابل پر آپ کا تسلط ۹۱۰ھ میں ہوا تھا، آپ کی ہمیشہ یہ خواہش رہی تھی کہ ہندوستان میں آئیں مگر امراء کی بددلی اور بھائیوں کی ناموافقت

کی وجہ سے اب تک یہ ملک فتح ہو کر آپ کے قبضہ میں نہیں آیا تھا، آخر جب بھائیوں کا انتقال ہو گیا اور امرا میں بھی کوئی ایسا نہ رہا جو آپ کی مخالفت کر سکے تو آپ نے اپنا مقصد پورا کیا،

۹۲۵ھ میں بجور دو تین گھنٹے میں فتح کر لیا، اور بجور کے باشندوں کا قتل عام کیا، اسی دن افغانی آغاچہ کے والد ملک منصور یوسف زئی بادشاہ کے حضور میں آکر آداب بجا لائے، حضرت بادشاہ نے ان کی بیٹی افغانی آغاچہ کو اپنے عقد میں لے لیا اور ملک منصور کو واپس جانے کی اجازت دے دی اور ایک گھوڑا اور شاہانہ خلعت ان کو عنایت کیا اور کہا کہ اپنے آدمیوں اور رعایا وغیرہ کو لا کر اپنے وطن میں آباد کریں،

قاسم بیگ نے کابل سے عرضداشت بھیجی کہ ایک اور شہزادہ پیدا ہوا ہے، اسے ہندوستان کی فتح اور اس کے تخت پر قبضہ کی نیک فال سمجھتا ہوں اور اس لئے آپ کو مطلع کرنے کی جرأت کرتا ہوں، حضرت بادشاہ کو اختیار ہے جو ان کی مرضی ہو، چنانچہ بادشاہ سلامت نے مبارک ساعت دیکھکر شہزادہ کا نام میرزا ہندال رکھا،

بجور کی تسخیر کے بعد بھیرہ کی طرف روانہ ہوئے، اور بھیرہ پہنچکر بغیر قتل و غارت کئے اس کو امان بخشی، آپ نے چار لاکھ شاہرخی لیکر اپنے لشکر کے امرا میں ان کے ملازمین کی تعداد کے مطابق تقسیم کر دیں اور کابل کی طرف واپس ہوئے،

اس اثنا میں بدخشاں سے یہ عرضداشت آئی کہ میرزا خان کا انتقال

ہوگیا ہے، میرزا سلیمان نوعمر ہیں اور اوزبک نزدیک آپہنچے ہیں اس ولایت کا خیال کیجئے کہ مبادا بدخشاں ہاتھ سے جاتا رہے، بدخشاں کی طرف ابھی متوجہ نہ ہوئے تھے کہ میرزا سلیمان کی والدہ اٹھیں لیکر آپ کے حضور میں آگئیں، آپ نے ان کی خواہش کے مطابق میرزا سلیمان کو اپنے باپ کی جگہ اور جاگیر میں متعین فرمایا اور بدخشاں ہمایوں بادشاہ کے سپرد کیا اور ہمایوں بادشاہ اس صوبہ کی طرف روانہ ہوگئے، ان کے جانے کے بعد حضرت بادشاہ اور آکم بھی بدخشان کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں کچھ روز ایک دوسرے کے ساتھ گزارے، اس کے بعد حضرت ہمایوں بادشاہ نے تو وہیں قیام کیا اور بادشاہ بابام اور آکم کابل آگئے،

کچھ دنوں بعد قلات اور قندھار کی طرف روانہ ہوئے اور پہنچتے ہی قلات کو فتح کیا اور قندھار کی طرف متوجہ ہوئے اور ڈیڑھ سال تک قلعہ کا محاصرہ کئے رہے، اس کے بعد بڑی جنگ وجدال کے بعد قندھار عنایت الٰہی سے فتح ہوا، بہت سا مال و دولت ہاتھ آیا، آپنے اپنے ہمراہیوں اور سپاہیوں کو روپے اور اونٹ بخشش کئے، میرزا کامراں کو قندھار دیا اور خود کابل کی طرف روانہ ہوئے،

آپ نے شاہی پیش خانہ آگے بھجوا دیا اور جمعہ کے دن ماہ صفر ۹۳۲ھ میں جب آفتاب برج قوس میں تھا آپ نے ایک لنگ کی پہاڑی سے گزر کر دیہہ یعقوب میں نزول اجلال فرمایا، دوسرا دن وہیں گزارا اور اس کے بعد منزلیں طے کرتے ہوئے ہندوستان کی طرف روانہ ہوئے،

۹۳۵ھ کے بعد سے سات آٹھ سال کے عرصہ میں آپ نے کئی مرتبہ ہندوستان پر لشکر کشی کی اور ہر مرتبہ ایک نہ ایک ولایت یا پرگنہ فتح کیا، مثلاً بھیرہ، بجور، سیالکوٹ، دیپال پور، لاہور وغیرہ، آخر پانچویں مرتبہ جمعہ کے روز یکم صفر ۹۳۲ھ میں دیہہ یعقوب میں قیام کے بعد ہندوستان کا رُخ کیا اور لاہور اور سرہند اور ہر ایک ولایت جو راستہ میں تھی اسے فتح کیا۔ اور ۸ ماہ رجب جمعہ کے روز ۹۳۲ھ میں پانی پت کے مقام پر سلطان ابراہیم بن سلطان سکندر بن بہلول لودھی سے سامنا ہوا، عنایت الٰہی سے آپ اس پر غالب آئے، سلطان ابراہیم اس جنگ میں مارا گیا اور یہ فتح محض خدا کی مہربانی سے ہوئی کیونکہ سلطان ابراہیم کے پاس ایک لاکھ اسّی ہزار سوار تھے اور پندرہ سو جنگی ہاتھی، اور حضرت بادشاہ کی فوج کی تعداد سوداگروں اور بُرے بھلے آدمیوں سمیت کل بارہ ہزار تھی اور کارآمد سپاہی زیادہ سے زیادہ چھ سات ہزار تھے، پانچ بادشاہوں کے خزانے آپ کے ہاتھ آئے اور آپ نے ان سب کو آدمیوں میں بانٹ دیا، ہندوستان کے امرا نے عرض کی کہ اس ملک میں یہ بات معیوب سمجھی جاتی ہے کہ پہلے بادشاہو کا خزانہ صرف کر دیا جائے، بلکہ اس خزانہ میں اور اضافہ کرکے اسے جمع رکھتے ہیں، آپ نے اس کے برعکس کیا اور سب خزانہ آدمیوں کو بخش دیا۔

خواجہ کلاں بیگ نے کئی دفعہ کابل واپس جانے کی اجازت چاہی اور عذر کیا کہ ہندوستان کی آب وہوا میرے مزاج کے موافق نہیں، اگر اجازت ہو تو کچھ عرصہ کابل میں رہوں، مگر حضرت بادشاہ خواجہ سے جدا ہونا ہرگز پسند

نہ کرتے تھے، آخر جب آپ نے دیکھا کہ خواجہ بہت ہی مصر ہیں تو اجازت دیدی اور کہا کہ جب جاؤ تو ہندوستان کے تحفے اور نادر چیزیں جو سلطان ابراہیم پر فتح حاصل کرکے ہمارے ہاتھ آئی ہیں اپنے ساتھ لیتے جانا اور انھیں بزرگ بیگمات اور ہماری بہنوں اور گھر کی عورتوں کو دیدینا، ہم تمہیں ایک فہرست بنا کر دیں گے اُس کے مطابق تقسیم کر دینا، اور کہنا کہ دیوان خانہ کے باغ میں سب بیگمات کے لیے جدا جدا خیمے اور سراپردے نصب کئے جائیں اور جب مجمع خوب پُر رونق ہو جائے تو سب خدا کے حضور میں سجدۂ شکر بجا لائیں کہ ایسی مکمل فتح نصیب ہوئی، اور ہر ایک بیگم کو اس تفصیل سے تحفے دینا، ایک رقاصہ لونڈی سلطان ابراہیم کی لونڈیوں میں سے اس کے ساتھ ایک سونے کی رکابی جو جواہر اور لعل اور مروارید اور یاقوت، الماس زمرد، فیروزہ اور زبرجد اور عین الہر سے پُر ہو، اور دو چھوٹے صدقی خوان اشرفیوں سے پُر، اور دو خوان شاہرخی کے، اور ان کے علاوہ ہر قسم کے کپڑے جن میں سے ہر ایک کی تعداد نو ہو، اس طرح (ہر ایک بیگم کے حصہ کے) چار خوان اور ایک رکابی ہوئی، اور میری ہدایت کے بموجب ایک رقاصہ لونڈی اور ایک رکابی جواہرات کی، ایک اشرفی کی اور ایک شاہرخی کی بزرگ بیگمات کو پیش کرنا، اور ہر ایک کو وہی جواہرات کی رکابی اور وہی لونڈی دینا جو میں نے ان کے لیے تجویز کی ہے، اس کے علاوہ اور تحفے بھی ہوں گے انھیں بعد میں پیش کرنا، غرض میری بہنوں اور بچوں کو اور گھر کی عورتوں اور رشتہ داروں اور بیگمات کو، اور گھر کی منتظم عورتوں اور اناؤں

اور اُن کے بچّوں کو اور ان سب کو جو میرے دعاگو ہیں الگ الگ جواہرات اور
اشرفیاں اور شاہرخی، اور کپڑے دئے جائیں، چنانچہ اسی تفصیل سے دئے
گئے، تین دن تک باغ اور دیوان خانہ میں سب جمع ہو کر خوشی مناتے رہے
اور فخر کرتے رہے، حضرت بادشاہ کی سلامتی اور اقبال کے لئے سب نے
دعا مانگی اور خوشی سے شکر کے سجدے بجا لائے۔

بادشاہ نے خواجہ کلاں بیگ کے ہاتھ عموی عس کے لئے ایک
بڑی سی اشرفی بھیجی تھی جو وزن میں تین بادشاہی سیر یعنی پندرہ ہندوستانی
سیر کے برابر تھی، آپ نے خواجہ سے کہدیا تھا کہ اگر عس تم سے پوچھے کہ بادشاہ
نے میرے لئے کیا بھیجا ہے تو کہدینا کہ ایک اشرفی بھیجی ہے، اور واقعی ایک
ہی اشرفی تھی، عس نے اس پر تعجب کیا اور تین دن تک اس بات پر اپنے
دل میں کڑھتا رہا، بادشاہ نے فرمایا تھا کہ اشرفی میں سوراخ کر کے اس میں
ڈوری ڈالی جائے، اور عس کی آنکھیں بند کر کے اشرفی اس کے گلے
میں لٹکا دی جائے اور اسے گھر کے اندر بھیج دیا جائے، جوہیں کہ اشرفی
عس کے گلے میں ڈالی گئی تو اس کے بوجھ سے وہ بہت گھبرایا مگر دل میں
بہت خوش ہوا، اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنی اشرفی کو تھام لیا اور
خوش ہو کر کہتا تھا دیکھو میری اشرفی کو کوئی نہ لے، بیگمات میں سے ہر ایک
نے اسے دس بارہ اشرفیاں دیں، اس طرح ستر اسی اشرفیاں اس کے
پاس اور جمع ہو گئیں۔

خواجہ کلاں بیگ کے کابل پہنچنے کے بعد حضرت بادشاہ نے ہمایوں

بادشاہ اور سب میرزا یان اور سلاطین اور امرا کو انعام و اکرام بخشے اور اردگرد کے علاقوں میں تاکیدی فرمان بھیجے کہ جو کوئی ہماری ملازمت میں آئے ہم اس سے انتہائی مہربانی کریں گے، بالخصوص وہ لوگ جو ہمارے آباؤ اجداد کی خدمت کرتے رہے ہیں اگر ہمارے حضور میں آئیں تو انھیں خاطرخواہ انعامات عطا کئے جائیں گے، اور جو کوئی صاحبقران امیر تیمور یا چنگیز خاں کی نسل سے ہو وہ ہمارے حضور میں آئے، خدا نے ہندوستان کا ملک ہمیں عطا کیا ہے، وہ آئیں تاکہ ہم سب مل کر اس دولت سے بہرہ اندوز ہوں۔

سلطان ابوسعید میرزا کی سات لڑکیاں ہندوستان آئی تھیں یعنی گوہرشاد بیگم، فخرجہاں بیگم، خدیجہ سلطان بیگم، بدیع الجمال بیگم، آق بیگم سلطان بخت بیگم، اور زینت سلطان خانم جو بادشاہ کے ماموں سلطان محمود خاں کی بیٹی تھیں، اور محب سلطان خانم جو بادشاہ کے چھوٹے ماموں الاچہ خاں کی بیٹی تھیں، قصہ مختصر کل بیگمات تعداد میں چھیانوے تھیں، ان سب کے لئے آپ نے خاطرخواہ مکان، جاگیریں اور انعامات مقرر فرمائے، آگرہ میں آپ کا قیام چار سال تک رہا اور اس عرصہ میں آپ ہر جمعہ کے دن اپنی پھوپھیوں سے ملنے جاتے رہے، ایک دن ہوا بہت گرم تھی، حضرت آکام نے کہا کہ آج ہوا بہت گرم ہے، ایک دن نہ جاؤ تو کیا ہے، بیگمات کوئی اس وجہ سے ناراض نہیں ہوں گی، حضرت بادشاہ نے کہا "ماہم تعجب ہے کہ تم ایسی باتیں کہتی ہو، حضرت ابوسعید سلطان میرزا

کی بیٹیاں جو اپنے باپ اور بھائیوں سے جدا ہو گئی ہیں اگر میں ان کی خاطر جوئی نہ کروں تو کس طرح ہو۔"

قاسم معمار سے آپ نے فرمایا "ہم ایک اچھی خدمت تمہارے سپرد کرتے ہیں، اور وہ یہ ہے کہ اگر ہماری پھوپھیوں کے مکان میں کسی کام یا درستی کی ضرورت ہو تو تم اس خدمت کو اور باتوں پر مقدم رکھکر دل و جان سے پورا کرو۔"

آپ نے حکم دیا کہ آگرہ میں دریا کے دوسری طرف عمارتیں بنائیں اور ایک پتھر کی عمارت حرم اور باغ کے درمیان بنوائی یہ آپ کا خلوت خانہ تھا، دیوان خانہ کے احاطہ میں بھی آپ نے پتھر کی عمارت بنوائی جس کے بیچ میں ایک حوض تھا اور کونوں پر چار برج تھے اور ہر ایک برج میں چار حجرے تھے، اور دریا کے کنارے ایک چوکنڈی تعمیر کروائی، اور دھول پور میں پتھر کے ایک سالم ٹکڑے سے دہ در دہ حوض بنوایا آپ کہا کرتے تھے کہ جب یہ حوض تیار ہو جائے گا تو اسے شراب سے بھرا جائے گا، چونکہ آپ نے رانا سانگا سے جنگ کرنے سے پہلے شراب سے توبہ کرلی تھی یہ حوض بجائے شراب کے شربت لیموں سے بھر دیا گیا۔

سلطان ابراہیم پر فتح حاصل کرنے کے ایک سال بعد ہندوؤں کی طرف سے رانا سانگا نمودار ہوا اور اس کے ساتھ بےشمار لشکر تھا، بہت سے امرا اور راجہ اور رانا جو حضرت بادشاہ کی اطاعت قبول کر چکے تھے باغی ہو کر اس کے ساتھ جا ملے، یہاں تک کہ کول، جلالی اور سنبھل اور ایرچ

سب پڑ گئے، اور رائے اور راجہ اور افغان سب کے سب باغی ہو گئے اور دو لاکھ سواروں کا اجتماع ہو گیا۔

اس نازک وقت میں محمد شریف منجم نے لشکر کے آدمیوں سے کہا کہ بادشاہ کے لئے جنگ کرنا مناسب نہیں کیونکہ سکز یلدوز (آٹھ تارے) مخالف سمت میں ہیں، بادشاہی لشکر پر عجیب پریشانی چھا گئی اور سب آدمی بہت ہی متفکر اور مغموم ہو گئے اور بددلی کا اظہار کرنے لگے، جب بادشاہ سلامت نے اپنی فوج کی یہ کیفیت دیکھی تو صورت حالات پر پورے طور سے غور کیا اور جب غنیم قریب آپہنچا تو جو تدبیر آپ کی خاطر مبارک میں آئی وہ یہ تھی کہ آپ نے سب امرا اور خوانین اور سلاطین، عوام اور خواص، چھوٹے بڑے غرض جتنے بھی آدمی بھگوڑوں اور باغیوں کے بعد باقی بچے تھے سب کو ایک جگہ جمع ہونے کا حکم دیا، جب سب جمع ہو کر آئے تو آپ نے فرمایا "کیا تمہیں معلوم نہیں ہمارے اور ہمارے عزیز وطن اور شہر کے درمیان کتنے مہینوں کا راستہ حائل ہے؟ اگر خدا نہ کرے ہمارے آدمیوں کو شکست ہوئی تو نعوذ باللہ پھر ہم کہاں اور ہمارا وطن اور شہر کہاں؟ یہاں تو اجنبی اور بیگانہ لوگوں سے سابقہ ہے، پس تم سے ہر ایک کے لئے یہ اچھا ہے کہ وہ یہ دو باتیں اپنے پیش نظر کرے کہ اگر ہم غنیم پر غالب آئے تو غازی بنیں گے اور اگر جنگ میں مارے گئے تو شہید ہو جائیں گے، ان دونوں باتوں میں سے جو بھی ہماری تقدیر میں ہو اس میں ہماری بھلائی ہے اور بڑا درجہ اور عالی مرتبہ ہے"

سب نے متفق ہوکر اس بات کو قبول کیا اور زن طلاق اور قرآن شریف کی قسم کھائی، اُنھوں نے فاتحہ پڑھی اور کہا "بادشاہ سلامت! جب تک جان او بدن میں ایک رمق باقی ہے جان نثاری اور وفاداری سے دریغ نہیں کریں گے۔"

رانا سانگا کی جنگ سے دو دن پہلے حضرت بادشاہ نے شراب سے توبہ کرلی تھی اور سب ممنوع باتیں ترک کر دی تھیں، اس مجلس میں آپ کی تقلید میں چار سو نامی جوانوں نے جو مردانگی اور یک دلی اور یکجہتی کا دعوی رکھتے تھے ان سب نے بھی آپ کے طفیل سے توبہ کی اور سب آلات مناہی سونے کے برتن اور چاندی کے ظروف شراب کے پیالے اور صراحیاں وغیرہ سب کو توڑ پھوڑ کر فقرا اور مساکین میں بانٹ دیا۔

اور آپ نے ہر طرف تاکیدی فرمان جاری کئے کہ ہم نے سب قسم کے خراج اور محصول اور غلّہ پر لگان اور سب قسم کے خلاف قانون ٹیکس معاف کر دیے ہیں اور کوئی شخص تاجروں کی نقل و حرکت میں مزاحم نہ ہو بلکہ انھیں ہر جگہ سے گزرنے دیں تاکہ وہ سہولت اور آرام سے آمد و رفت کرسکیں

جس دن صبح کو رانا سانگا سے جنگ ہونے والی تھی اُس دن کی رات کو خبر آئی کہ قاسم حسین میرزا خراسان سے آئے ہیں اور دس کوس کے فاصلہ پر ہیں، قاسم حسین میرزا عائشہ سلطان بیگم کے بیٹے اور سلطان حسین میرزا کے نواسہ تھے، حضرت بادشاہ یہ خبر سنکر بہت خوش ہوئے، پوچھا کہ قاسم حسین میرزا کے ساتھ کتنے آدمی ہیں، معلوم ہوا کہ تیس یا چالیس سوار ہیں، آپنے

فوراً ایک ہزار سوار ساز و سامان سے آراستہ آدھی رات کے وقت روانہ کئے تاکہ وہ ان کے ساتھ ملکر آئیں اور دشمن اور غیر لوگ یہ سمجھیں کہ کمک آ پہونچی ہے اور آئی بھی خوب بر وقت ہے، جس کسی نے بھی آپ کی یہ رائے اور تدبیر سنی بہت پسند کی۔

دوسرے دن صبح یعنی جمادی الاول ۹۳۳ھ کو سیکری کے دامن میں جس کے اوپر اب فتح پور آباد ہے رانا سانگا کے خلاف صف جنگ آراستہ کی اور خدا کی عنایت سے اس پر فتح حاصل کر کے غازی بنے۔

رانا سانگا کی فتح کے ایک سال بعد آکام یعنی ماہم بیگم کابل سے ہندوستان آئیں اور یہ ناچیز (گلبدن بیگم) بھی ان کے ساتھ اپنی اور بہنوں سے پہلے ہندوستان پہنچی اور حضرت بادشاہ کے حضور میں باریاب ہوئی، جب آکام کول پہنچیں تو حضرت بادشاہ نے دو پالکیاں مع رکیب آپ کے لئے بھیجیں۔ کول سے آگرہ تک آپ جلدی جلدی سفر کر کے پہنچیں۔ حضرت بادشاہ چاہتے تھے کہ دور جا کر آپکا استقبال کریں تو جائیں، شام کی نماز کے وقت ایک شخص نے آکر کہا کہ آپ کی سواری یہاں سے دو کوس کے فاصلہ پر چھوڑ کر آیا ہوں، حضرت بادشاہ نے اپنے گھوڑے کے آنے کا بھی انتظار نہ کیا اور پیدل روانہ ہو گئے، اور نیچے ماہم کے مکان کے سامنے آپ سے جا ملے، آکام نے چاہا کہ سواری سے اتر پڑیں مگر بابام نے اتنا انتظار نہ کیا بلکہ خود آکام کی داری کے ساتھ ساتھ مکان تک پیدل آئے جب آکام بادشاہ بابام کے سامنے آئیں تو مجھ سے فرمایا کہ تم صبح کے وقت آکر آداب کرنا۔ کول سے آگرہ تک آکام کی سواری کیساتھ نو سوار تھے، اور اٹھارہ رانگ

گھوڑے، دو زائد پالکیاں جو بادشاہ بابام نے بھیجی تھیں اور ایک پالکی جو آپ کے ساتھ کابل سے آئی تھی، اور آپ کے جلو میں ایک سو مغلانیاں تھیں جو بہت عمدہ گھوڑوں پر سوار اور خوب آراستہ و پیراستہ تھیں۔

بادشاہ بابام کے وزیر اپنی بیوی سلطانم کے ساتھ نوگرام تک استقبال کے لئے آئے تھے، میں پالکی میں تھی اور میری ماماؤں نے مجھے باغیچہ میں اُتارا اور وہیں ایک چھوٹا سا قالین بچھا کر مجھے اس پر بٹھا دیا، اور مجھے یہ سکھایا کہ جب بادشاہ کے وزیر صاحب آئیں تو تم کھڑے ہو کر اُن سے ملنا جب وہ آئے تو میں کھڑے ہو کر اُن سے ملی، اتنے میں اُن کی بیوی سلطانم بھی آگئیں، میں انجانی میں اُن کی تعظیم کے لئے بھی کھڑا ہونا چاہتی تھی مگر وزیر صاحب نے اعتراض کیا اور کہا "یہ تو تمہاری پُرانی بڑھیا ماما ہے، اس کے لئے کھڑے ہونے کی کیا ضرورت ہے، تمہارے والد نے اس بوڑھے غلام کی بہت عزت افزائی کی کہ اس کے بارے میں یہ حکم دیا کہ اس سے کھڑے ہو کر ملو، اُن کے لئے سب کچھ روا ہے، مگر بندوں کی کیا مجال ہے کہ ایسی گستاخی کریں"۔

وزیر صاحب نے پانچ ہزار شاہرخی اور پانچ گھوڑے مجھے پیش کئے جو میں نے قبول کئے اور ان کی بیوی سلطانم نے تین ہزار شاہرخی اور تین گھوڑے پیش کئے اور کہا کھانا تیار رہے اگر تناول فرمائیں تو بندوں کی عزت افزائی ہوگی، میں نے ان کی دعوت قبول کی، ایک اچھی سی جگہ پر ایک تخت بچھایا گیا اور اس پر ایک سرخ ریشمی چادر کا فرش کیا گیا جس کا حاشیہ گجراتی زربفت

کا تھا، اور سرخ ریشم اور زربفت کے چھ شامیانے کھڑے کیے گئے جن میں
ہر ایک کا اپنا جدا رنگ تھا، اور سراپردہ کے چاروں طرف کپڑا سقرلات
تھا، اور سراپردہ کی چوبیں رنگ برنگ کی تھیں۔

میں وزیر صاحب کے پاس بیٹھی، کھانے میں قریباً پچاس بھنی ہوئی بھیڑیں
اور نان اور شربت اور بہت سے پھل تھے، کھانے کے بعد میں اپنی پالکی
میں بیٹھکر بادشاہ بابام کے حضور میں گئی اور آداب بجا لائی، میں آپ کے
قدموں میں گر پڑی، آپ بہت خاطر سے پیش آئے اور کچھ دیر تک مجھے اپنی گود
میں بٹھایا، اس وقت مجھے ایسی خوشی ہوئی کہ اس سے بڑھکر خوشی نہیں ہو سکتی۔

ہمیں آگرہ میں آئے تین مہینے گزرے تھے کہ حضرت بادشاہ دھول پور
روانہ ہوئے، حضرت ماہم بیگم اور یہ ناچیز بھی آپ کے ساتھ دھولپور کی سیر کو گئے
دھولپور میں آپ نے ایک پتھر کے ٹکڑے سے دہ در دہ حوض بنوایا تھا، وہاں
سے ہم سیکری گئے، وہاں تالاب کے بیچ میں آپ نے ایک بارہ دری بنوائی تھی
جب وہ بن کر تیار ہو گئی تو آپ کشتی میں بیٹھ کر جاتے تھے اور سیر کرتے تھے اور بارہ
دری کے اندر بیٹھتے تھے، یہ بارہ دری اب تک موجود ہے، سیکری کے باغ میں
آپ نے ایک چوکنڈی بنوائی تھی اور اس چوکنڈی میں ایک تورخانہ بنوایا تھا
جہاں بیٹھ کر آپ اپنی کتاب لکھا کرتے تھے۔

میں اور افغانی آغاچہ نیچے کی منزل کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے اور
آکام نماز پڑھنے چلی گئی تھیں، میں نے افغانی آغاچہ سے کہا کہ ذرا میرا ہاتھ
پکڑ کر کھینچو، افغانی آغاچہ نے میرا ہاتھ ایسے زور سے کھینچا کہ میرا پہنچا اتر گیا،

میں تکلیف سے رونے لگی، آخر کمان گر کو بلایا گیا، اس نے آکر میرا ہاتھ باندھا پھر بادشاہ آگرہ کی طرف روانہ ہوئے۔

جب آگرہ پہنچے تو خبر آئی کہ بیگمات کابل سے آرہی ہیں، حضرت بادشاہ بابا م نوگرام تک آکا جانم کے استقبال کے لئے گئے جو میری بڑی پھوپی اور آپ کی بڑی بہن تھیں، سب بیگمات جو آکا جانم کے ساتھ آئی تھیں وہ ان کی قیام گاہ میں بادشاہ کے سلام کو حاضر ہوئیں، سب نے ملکر خوب خوشی منائی اور شکرانے کے سجدے کئے، اس کے بعد سب آگرہ گئے جہاں بادشاہ سلامت نے سب کو رہنے کے لئے مکان دئے، اور چند دن کے بعد باغ "زرافشاں" کی سیر کو چلے گئے۔

اس باغ میں ایک وضو خانہ تھا، آپ نے اس کو دیکھکر کہا میرا دل سلطنت اور بادشاہی سے اکتا گیا ہے، میں اب باغ "زرافشاں" میں گوشہ نشینی اختیار کروں گا، اور خدمت کے لئے طاہر آفتابچی میرے لئے کافی ہے، اور یہ بادشاہی میں ہمایوں کے سپرد کرتا ہوں، یہ سنکر حضرت آکام اور آپ کے بچے بہت رنجیدہ ہوئے اور رونے لگے اور سب نے ملکر کہا "خدا تعالیٰ آپ کو بادشاہی کی مسند پر بہت سے سال اور بیشمار قرنوں تک اپنی امان میں رکھے اور سب بچے آپ کے قدموں میں ہی رہ کر بڑی عمر تک پہنچیں"

کچھ دن کے بعد الور میرزا بیمار ہو گئے اور ان کی بیماری نے درد شکم کی صورت اختیار کی، ہر چند حکما اور اطبا نے علاج کیا مگر اُن کی بیماری بڑھتی گئی، آخر اسی مرض میں انتقال کیا۔ حضرت بادشاہ بہت رنجیدہ اور متاسف

ہوئے، اور مہرزا الور کی والدہ اپنے اس نادر جہاں اور یگانۂ عصر بیٹے کے صدمہ سے دیوانی ہوگئیں، حضرت بادشاہ نے جب ان کی یہ حد سے زیادہ غمزدہ کیفیت دیکھی تو آکا م اور بیگمات سے کہا کہ چلو سب دھولپور کی سیر کو چلیں، آپ خود کشتی میں بیٹھ کر دھولپور روانہ ہوئے اور بیگمات نے بھی یہی پسند کیا کہ کشتی میں بیٹھ کر دریا کے راستے جائیں۔

اسی اثناء میں مولانا محمد فرغلی کی عرضداشت دہلی سے آئی جس کا مضمون یہ تھا کہ ہمایوں میرزا بیمار ہیں اور اُن کا عجب حال ہے، یہ خبر پاتے ہی حضرت بیگم جلد سے جلد دہلی کی طرف روانہ ہوں کیونکہ میرزا بہت گھبرا رہے ہیں، یہ سنکر حضرت آکا م بہت پریشان ہوئیں اور اس پیاسے کی طرح جو پانی سے دور ہو دہلی کا رُخ کیا، اور منتظر اہیں ہمایوں میرزا سے جا ملیں، جب اپنی جہان بیں آنکھ سے آپ نے انھیں دیکھا تو جتنا سُنا تھا اس سے دس گنا انھیں زیادہ کمزور اور بیمار پایا، وہاں سے دونوں ماں بیٹے جو گویا عیسیٰ اور مریم تھے آگرہ کی طرف روانہ ہوگئے۔

جب وہ آگرہ پہنچے تو یہ حقیر اپنی بہنوں کے ساتھ فرشتہ خصائل حضرت ہمایوں کے حضور میں گئی، آپ کا ضعف بڑھتا جاتا تھا، اس وقت جب کبھی آنحضرت اپنی ہوش میں آتے تو اپنی دُرافشاں زبان سے کہتے تھے ’’میری بہنوں خوش آمدید، آؤ ایک دوسرے سے گلے ملیں، میں اب تک تم سے گلے نہیں ملا‘‘ شاید کوئی تین دفعہ آپ نے اپنا سر اونچا کیا اور اپنی گوہر افشاں زبان سے یہ الفاظ کہے، جب حضرت بادشاہ نے آکر آپ کو گلے لگایا تو آپ کو دیکھتے ہی

حضرت بادشاہ کے نور افشاں چہرہ پر کلفت و رقت کے آثار ظاہر ہوئے اور ہمایوں بادشاہ بھی زیادہ گھبراہٹ اور اضطراب کرنے لگے۔

اس اثنا میں حضرت آکام نے کہا کہ آپ میرے بیٹے سے غافل ہیں آپ بادشاہ ہیں آپ کو کیا فکر ہے، آپ کے اور بھی بیٹے ہیں، غم تو مجھے ہو کہ یہ میرا ایک ہی بیٹا ہے، حضرت بادشاہ نے جواب دیا ماہم اگرچہ میرے اور بیٹے بھی ہیں مگر تیرے ہمایوں کے برابر کوئی مجھے عزیز نہیں، کیونکہ میں سلطنت اور بادشاہی اور یہ روشن دنیا کامگار برخوردار فرزند دلبند ہمایوں کے لئے چاہتا ہوں جو یگانۂ جہاں اور نادرۂ دوراں ہے، نہ کہ اوروں کے لئے۔

ہمایوں میرزا کی بیماری کے دوران میں حضرت بادشاہ نے روزہ حضرت مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہٗ شروع کیا، یہ روزہ چہارشنبہ سے کیا جاتا ہے، مگر آپ نے گھبراہٹ اور اضطراب میں سہ شنبہ سے شروع کردیا، ان دنوں ہوا بہت گرم تھی اور آپ کا دل اور جگر گویا خشک ہوگیا۔

آپ نے دعا مانگی کہ اے خدا اگر جان کا عوض جان ہو سکتی ہے تو میں یعنی بابر اپنی زندگی اور اپنی جان ہمایوں کو دے دیتا ہوں، اسی دن سے حضرت فردوس مکانی بیمار ہوگئے اور ہمایوں بادشاہ غسل کرکے باہر آئے اور دربار کیا۔

آپ تقریباً دو تین مہینے بیمار رہے، اس اثنا میں میرزا ہمایوں کالنجر چلے گئے، جب آپ کی حالت زیادہ خراب ہوئی تو آپ نے ہمایوں بادشاہ

کو بلانے کے لئے ایک قاصد بھیجا، وہ جلدی جلدی سفر کرتے ہوئے آئے، جب بادشاہ کے حضور میں پہنچے تو دیکھا کہ آپ بہت ہی کمزور ہو گئے ہیں، حضرت ہمایوں بادشاہ پیر رقت طاری ہو گئی اور اضطراب کا اظہار کرنے لگے، آپ خدمتگاروں سے پوچھتے تھے کہ یکایک ان کی ایسی ردی حالت کیونکر ہو گئی، اور اطباء اور حکماء کو بلا کر کہا میں تو آپ کو خاصہ تندرست چھوڑ کر گیا تھا، دفعتاً کیا ہو گیا، حکماء اور اطباء جواب میں طرح طرح کی باتیں کہتے تھے۔

حضرت بادشاہ بابر ہر گھڑی اور ہر ساعت یہ پوچھتے تھے کہ ہندال کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے؟ اس اثناء میں ایک آدمی نے آکر کہا کہ میر خورد بیگ کا بیٹا بردی بیگ حاضر ہے، اسی وقت حضرت بادشاہ بابر نے اس کو بلا کر بہت اضطراب سے دریافت کیا کہ ہندال کہاں ہے؟ کب یہاں آئیگا؟

میر بردی نے کہا کہ شہزادہ کامگار دہلی پہنچ گئے ہیں، آج کل میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں گے۔ آپ نے کہا بدبخت مردک میں نے سنا ہے کہ تیری بہن کی شادی کابل میں ہوئی اور تیری اپنی لاہور میں، انہیں شادیوں کی وجہ سے تو نے میرے بیٹے کو یہاں لانے میں اتنی دیر کی، اب تو انتظار حد سے گزر گیا، اور پوچھتے تھے کہ "ہندال میرزا اب کتنا بڑا ہو گیا ہے اور اس کی شکل کس جیسی ہے؟ میر بردی بیگ میرزا کا لباس پہنے ہوئے تھا، اس نے دکھایا کہ یہ شہزادہ کا لباس ہے جو انہوں نے بندہ کو عنایت کیا ہے، آپ نے اسے قریب بلایا اور کہا دیکھیں ہندال کا قد و قامت اب کتنا ہو گیا ہے، ہر زماں اور ہر ساعت آپ یہی کہتے تھے کہ ہزار افسوس

ہندال کو نہیں دیکھا اور جو کوئی سامنے آتا تھا اس سے پوچھتے تھے کہ ہندال کب آئے گا۔

بیماری کے دوران میں آپ نے آکام سے کہا کہ گلرنگ بیگم اور گلچہرہ بیگم کی شادی کر دینی چاہئے، جب حضرت عمہ جیو یہاں تشریف لائیں تو اُن سے کہنا بادشاہ کہتے ہیں کہ میرے خیال میں گلرنگ بیگم کا ابن یمور سلطان سے اور گلچہرہ بیگم کا توختہ بوغا سلطان سے بیاہ کر دیا جائے، آکا جانم مسکراتی ہوئی آئیں، اُن سے کہا گیا کہ حضرت بادشاہ یہ کہتے ہیں کہ میری رائے یہ ہے، باقی جو آپ کی مرضی ہو اسی طرح کریں، حضرت آکا جانم نے کہا خدا مبارک کرے، آپ کا خیال بہت اچھا ہے، جیجم اور بدیع الجمال بیگم اور آق بیگم یعنی حضرت بادشاہ کی دونوں پھوپھیاں آئیں دالان میں لے جائیں اور ایک تخت بچھا کر اس پر قالین کا فرش کیا جائے اور نیک ساعت دیکھ کر باہم بیگم دونوں سلطانوں سے تعظیم کروا کے انہیں دامادی سے سرفراز کریں۔

اس اثناء میں آپ کے پیٹ کی تکلیف اور بڑھ گئی، حضرت ہمایوں بادشاہ نے جب اپنے باپ کی حالت زیادہ خراب دیکھی تو دوبارہ ان کی طبیعت نڈھال ہو گئی، اطباء اور حکماء کو بلا کر کہا اچھی طرح غور کر کے کوئی علاج تجویز کرو، انہوں نے متفق ہو کر کہا یہ ہم لوگوں کی بدبختی ہے کہ کوئی دوا کارگر نہیں ہوتی، حضرت حق سبحانہٗ سے امیدوار ہیں کہ وہ خزانہ غیب سے شفائے عاجل عطا کرے، پھر آنحضرت کی نبض دیکھ کر طبیبوں نے عرض کی کہ اسی زہر کی علامات موجود ہیں جو سلطان ابراہیم کی والدہ نے دیا تھا، اور یہ واقعہ یوں ہے کہ

اس بدبخت عورت نے اپنی ایک لونڈی کو ایک تولہ زہر دیا کہ لیجا کر احمد چاشنی گر کو دے اور اس سے کہہ کہ کسی نہ کسی ترکیب سے یہ زہر بادشاہ کے شوربہ میں ملا دے۔ اور اس چاشنی گر کو اس نے بہت سا انعام دینے کا وعدہ کیا تھا۔ باوجود اس کے کہ حضرت بادشاہ اس بدبخت عورت کو مادر کہتے تھے اور اس کے لئے مکان اور جاگیر مقرر فرما کے بہت عنایت و رعایت سے پیش آتے تھے اور فرماتے تھے کہ مجھے بجائے اپنے سلطان ابراہیم کے سمجھو۔ مگر یہ افغان ایسی جہالت سے مغلوب ہیں کہ وہ ان مہربانیوں کو ذرا بھی خاطر میں نہ لائی۔ یہ مثل مشہور ہے ؎ باز گردد باصل خود ہمہ چیز۔

قصہ مختصر وہ زہر جو اس باورچی کو لا کر دیا گیا اس باورچی کو خدا نے ایسا اندھا بہرہ بنایا تھا کہ اس نے زہر روٹی کے اوپر چھڑک دیا۔ اگرچہ آپ نے بہت کم روٹی کھائی مگر آپ کی بیماری کی بنا اسی زہر کا اثر تھا۔ روز بروز آپ ضعیف اور نحیف ہونے گئے اور ہر روز آپ کی بیماری بڑھتی گئی اور آپ کا چہرہ متغیر ہوتا گیا۔ دوسرے دن آپ نے سب امرا کو بُلا کر فرمایا۔ مدت سے یہ بات میرے دل میں تھی کہ اپنی بادشاہی ہمایوں میرزا کے سپرد کروں اور خود باغ زرافشاں میں گوشہ نشین ہو جاؤں۔ خدا کی مہربانی سے سب نعمتیں میسر ہوئیں مگر یہ نہ ہوا کہ تندرستی کی حالت میں یہ کرتا۔ اب جب میں بیماری سے لاچار ہو گیا ہوں تو میں یہ وصیت کرتا ہوں کہ سب لوگ ہمایوں کو میری جگہ تصور کریں اور

اس کی وفاداری میں کوتاہی نہ کریں۔ اور ہمیشہ اس سے موافقت ا
دوستی رکھیں۔ حق سبحانہ سے امیدوار ہوں کہ ہمایوں بھی سب آدمیوں سے
نیک سلوک کرے گا۔ ہمایوں میں تجھے اور تیرے بھائیوں کو اپنے عزیز
کو، اپنے آدمیوں کو اور تیرے آدمیوں کو خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ یہ سن
سب لوگ جو وہاں تھے رونے لگے اور آپ کی آنکھوں میں بھی آنسو
بھر آئے۔

جب آپ کے گھر کے لوگوں نے اور باہر کے آدمیوں نے
باتیں سنیں تو ان پر رنج و اضطراب طاری ہو گیا اور سب گریہ وزاری
کرنے لگے۔ تین دن کے بعد آپ اس عالم فانی سے عالم جاودانی کی
طرف سدھارے۔ یہ واقعہ ۵ ماہ جمادی الاول روز دوشنبہ ۹۳۷ھ
میں ہوا۔

ہماری پھوپھی اور ہماری ماؤں کو اس بہانہ سے ہٹا دیا کہ اطبا ا
حکماء دیکھنے کے لئے آرہے ہیں۔ سب اٹھ کر چلے گئے۔ سب بیگمات او
ہماری مائیں محل کے اندر چلی گئیں۔ آپ کے بچوں اور عزیزوں اور لوگو
پر دن تاریک ہو گیا۔ وہ سب مضطرب ہو کر گریہ وزاری اور فریاد و فغا
کرتے تھے اور ہر ایک نے یہ روز سیاہ کسی تاریک کونے میں بسر کیا۔

آپ کا واقعہ پوشیدہ رکھا گیا۔ آخر آرائش خاں نے جو ہندی
امراء میں سے تھا عرض کی کہ اس بات کو چھپائے رکھنا اچھا نہیں
ہندوستان میں یہ عام بات ہے کہ جب کسی بادشاہ کا انتقال ہوتا ہے

تو بازاری لوگ لوٹ مار شروع کر دیتے ہیں۔ اس کا اندیشہ ہے کہ کہیں بیخبری میں مغل مکانوں اور حویلیوں میں گھس کر لوٹ مچائیں۔ مناسب یہ ہے کہ ایک آدمی کو سرخ کپڑے پہنا کر ہاتھی پر سوار کریں اور وہ ہاتھی پر بیٹھ کر منادی کرے کہ حضرت بابر بادشاہ نے درویشی اختیار کر لی ہے اور اپنی بادشاہی ہمایوں بادشاہ کو دیدی ہے۔ حضرت ہمایوں بادشاہ نے کہا اسی طرح کرو۔ یہ منادی سُنکر لوگوں کو بہت تسلی ہوگئی اور حضرت ہمایوں بادشاہ کی سلامتی کی دعا کرنے لگے۔ اس مہینہ کی نو تاریخ کو آپ تخت شاہی پر بیٹھے اور سب لوگوں نے آپ کو مبارکباد دی۔

اس کے بعد آپ اپنی ماؤں اور بہنوں اور اپنے اور عزیزوں کو دیکھنے آئے اور ان کی پرسش اور دلداری کی اور غمخواری فرمائی۔ اور حکم دیا کہ ہر شخص جس منصب اور خدمت، جاگیر یا جگہ پر مقرر تھا وہ اپنی جگہ پر بحال رہے گا اور اپنی ملازمت پر بدستور سابق کی طرح قائم رہے گا۔

اسی دن میرزا ہندال کابل سے آکر حضرت ہمایوں بادشاہ کی خدمت میں باریاب ہوئے۔ ان پر آپ نے بہت سی عنایتیں کیں اور بہت خوش ہوئے اور جو خزانہ ورثہ میں آپ کو ملا تھا اس میں سے بہت سا میرزا ہندال کو عنایت فرمایا۔

حضرت بادشاہ بابام کی وفات کے بعد بہت سے کار خیر کئے گئے

اور ایام متبرکہ میں فاتحہ خوانی کی پہلی مجلس آپ کے مزار پہ ہوئی۔ محمد علی عسس کو حضرت کے مزار کا متولی کیا گیا اور ساٹھ خوش خواں حافظ اور خوش الحان قاری مقرر کئے گئے تاکہ وہ پانچ وقت کی نماز باجماعت پڑھائیں اور قرآن شریف ختم کریں اور حضرت فردوس مکانی کی ارواح کو فاتحہ پہنچائیں۔ سیکری جو آج کل فتح پور کے نام سے مشہور ہے اس کا سب علاقہ اور اس کے علاوہ پانچ لاکھ بیانہ کی آمدنی سے حضرت کے مزار کے لئے وقف کئے تاکہ عالم آدمی اور حافظ وغیرہ جو مزار سے متعلق تھے ان کے خرچ میں صرف ہو۔ آکام نے مزار پر دو وقت کا کھانا مقرر کیا۔ یعنی صبح ایک گائے دو بھیڑیں اور پانچ بکرے۔ اور عصر کے وقت پانچ بھیڑیں۔ ڈھائی سال تک جب تک کہ آکام زندہ رہیں یہ دو وقت کا کھانا آپ کی سرکار سے زار پر تقسیم ہوتا رہا۔

جب تک آکام زندہ رہیں ہیں ان کے دولت خانہ میں اکثر حضرت بادشاہ کو دیکھتی تھی۔ جب آکام کی حالت خراب ہوئی تو انہوں نے مجھ سے کہا یہ بات بہت مشکل معلوم ہوتی ہے کہ میرے مرنے کے بعد بھی بادشاہ کی بیٹیاں اپنے بھائی کو گلبرگ بی بی کے مکان میں دیکھیں۔ گویا آکام بات حضرت بادشاہ کے دل و دماغ میں تھی کہ جب تک آپ ہندوستان رہے ہمیشہ بدستور سابق ہمارے مکانات میں آ کر ہم سے ملتے رہے اور بے مہربانی اور عنایت اور شفقت کرتے رہے۔ حضرت بادشاہ اس خاکسار مکان میں تشریف لاتے تھے اور معصومہ سلطان بیگم اور گلرنگ بیگم اور

گلچہرہ بیگم وغیرہ سب بیگمات جو شادی شدہ تھیں وہ اس خاکسار کے مکان میں ہی آکر حضرت بادشاہ کو آداب کرتی تھیں۔ غرض بادشاہ بابام اور آکام کی وفات کے بعد حضرت ہمایوں بادشاہ اس شکستہ دل کی اس قدر عنایت سے خاطر جوئی کرتے اور اس پیاری سے اتنی شفقت برتتے کہ میں اپنی یتیمی اور لاوارثی بھول گئی۔

حضرت فردوس مکانی کی وفات کے بعد دس سال تک حضرت جنت آشیانی ہندوستان میں رہے اور اس اثنا میں سب لوگ امن امان سے رہے اور آپ کی اطاعت اور فرماں برداری کرتے رہے۔ سوائے اس بات کے کہ حضرت فردوس مکانی کی وفات کے چھ مہینے کے بعد کوڑ بنگالہ کی سمت سے بَبَن و بایزید حملہ آور ہوئے۔ یہ خبر پاتے ہی حضرت بادشاہ آگرہ سے ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور ببن و بایزید کو شکست دیکر جناڈہ میں آئے۔ اور جناڈہ پر قبضہ کر کے آگرہ واپس آ گئے۔

آکام یعنی ماہم بیگم کی یہ بہت تمنا اور آرزو تھی کہ ہمایوں کے بچے کو دیکھیں۔ جہاں کہیں کوئی صاحب حسن وجمال لڑکی دیکھتی تھیں اسے حضرت بادشاہ کی خدمت میں لے آتی تھیں۔

خدنگ یساول کی بیٹی میوہ جان میرے پاس نوکر تھی۔ حضرت فردوس مکانی کی وفات کے بعد ایک دن آکام نے فرمایا ہمایوں میوہ جان بری نہیں۔ اپنی خدمت میں اس کو کیوں نہیں لے لیتے۔ آخر ان کے کہنے سے ہمایوں بادشاہ نے اسی رات میوہ جان سے نکاح

کرلیا اور اپنے ہاں لے گئے۔

تین دن کے بعد بیگہ بیگم کابل سے آئیں۔ آپ کے ہاں امید ہوئی جب وقت ہوا تو ان کے ہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام عفیفہ رکھا گیا۔ میوہ جان نے آکام ماہم بیگم سے کہا "میرے ہاں بھی امید ہے"۔ غرض آکام نے دو قسم کا سامان تیار کیا اور کہا کہ تم میں سے جس کے ہاں لڑکا ہوگا زیادہ اچھا سامان میں اسی کو دوں گی۔ اور پستہ اور بادام اور چار مغز کا سراق سونے چاندی کے ورق لگا کر تیار کیا تھا اور کئی قسم کا سامان بھی تیار کیا تھا۔ اور خوش تھیں کہ ان دونوں میں سے کسی کے ہاں تو لڑکا ہوگا۔ اس انتظار میں بیگہ بیگم کے ہاں عفیفہ بیگم ہوئیں۔ اب آپ کی نظر میوہ جان کی طرف لگی ہوئی تھی۔ مگر دس مہینے گزر گئے اور گیارہواں مہینہ بھی ختم ہونے کو آیا۔ میوہ جان نے کہا میری خالہ الغ بیگ کے حرم میں تھیں ان کے بارہ مہینے میں لڑکا ہوا تھا۔ شاید میں بھی انہیں کی طرح ہوں۔ خیمے سئے گئے اور توشکیں بھری گئیں۔ آخر معلوم ہوا کہ یونہی دھوکا تھا۔

حضرت بادشاہ چناوہ گئے تھے۔ وہاں سے سلامتی اور کامیابی سے واپس آئے۔ آکام ماہم بیگم نے بہت بڑا جشن کیا۔ اور بازاروں کو سجایا گیا۔ اس سے پہلے آرائش صرف بازار کے لوگ کرتے تھے۔ آپ نے معزز آدمیوں اور سپاہیوں کو بھی حکم دیا کہ اپنے گھروں کو سجائیں اور اپنے ہاں روشنی کریں۔ اور اس کے بعد سے آئین بندی کا ہندوستان میں رواج ہوگیا۔

ایک مرصع تخت تھا جس کی چار سیڑھیاں تھیں اس کے اوپر زردوزی کے پردوں کا سایہ تھا اور زردوزی توشک کا اس پر فرش کیا گیا اور زردوزی تکیہ رکھا گیا۔ خیمے اور شامیانے اندر کی طرف فرنگی زربفت کے تھے اور باہر کا رخ پرتگالی سقرلات کا تھا۔ ان کے بانسوں پر سنہری رنگ کیا گیا جس کی وجہ سے وہ بہت اچھے معلوم ہوتے تھے۔ خیموں کی جھالر گجراتی زرکش کی تھی۔ اور قنات اور اس کا زیبائی حاشیہ اور آفتابہ اور چلمچی اور بہت سے شمع دان، پیالے اور گلاب پاش یہ سب چیزیں مرصع سونے کی تھیں۔ یہ سب ساز و سامان مکمل کر کے ماہم بیگم نے خوب پر تکلف دعوت کی۔ اور بارہ قطار اونٹ اور بارہ قطار خچر اور ستر تپوچاق گھوڑے اور سو بار برداری کے گھوڑے تھے۔ ماہم بیگم نے ستر ہزار آدمیوں کو خلعت خاص دی اور کئی دن تک جشن رہا۔

اس اثنا میں خبر آئی کہ محمد زماں میرزا نے حاجی محمد خاں کوکی کے والد کو قتل کر دیا ہے اور باغی ہونے کا ارادہ کر رہا ہے۔ بادشاہ نے اسے اپنے پاس بلوایا اور بیانہ میں قید کر دیا اور اسے اپنے چچا یادگار کے سپرد کیا۔ میرزا یادگار کے آدمی محمد زماں میرزا کے ساتھ مل گئے اور اور اسے بھاگ جانے دیا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ سلطان محمد میرزا اور نیخوب سلطان میرزا کی آنکھوں میں سلائی پھیر دی جائے۔ نیخوب سلطان کی بصارت جاتی رہی مگر سلطان محمد میرزا کی آنکھوں میں جس شخص نے سلائی پھیری اس نے ان کی آنکھوں کو کوئی ضرر نہیں پہنچایا۔ محمد زماں میرزا

اور محمد سلطان میرزا اپنے بیٹوں الغ میرزا اور شاہ میرزا سمیت چند روز بعد بھاگ گئے۔ اور چند سال کے دوران میں جب تک ہم ہندوستان میں رہے یہ لوگ برابر فساد مچاتے رہے۔

تین اور بایزید کی مہم سے واپس آکر قریباً ایک سال تک بادشاہ آگرہ میں رہے۔ آپ نے آکام سے کہا ان دنوں میری طبیعت اداس رہتی ہے اگر اجازت ہو تو آپ کی ہمراہی میں گوالیار کی سیر کروں۔ چنانچہ حضرت آکام اور میری اماں اور میری بہنیں معصومہ سلطان بیگم جنھیں ہم ماہ چچہ کہتے تھے اور گلرنگ بیگم جنھیں ہم گل چچہ کہتے تھے کچھ عرصہ گوالیار میں اپنی پھوپھو کے ساتھ رہے۔

گل چہرہ بیگم ان دنوں اودھ میں تھیں ان کے خاوند توختہ بوغا سلطان کا انتقال ہو گیا اور اس لئے بیگم کے ملازمین نے اودھ سے حضرت بادشاہ کے پاس عرضداشت بھیجی کہ توختہ بوغا سلطان فوت ہو گئے ہیں۔ اب بیگم صاحبہ کے بارے میں کیا حکم ہے؟ حضرت بادشاہ نے میرزا چہ سے فرمایا کہ جاکر گل چہرہ بیگم کو آگرہ میں لے آؤ۔ ہم بھی آگرہ جانے والے ہیں۔

حضرت آکام نے کہا اگر اجازت ہو تو بیگہ بیگم اور عقیقہ بیگم کو بلاؤں وہ بھی گوالیار دیکھیں۔ چنانچہ نوکار اور خواجہ کبیر کو بھیجا گیا کہ بیگہ بیگم اور عقیقہ بیگم کو آگرہ سے لے آئیں۔ غرض دو مہینے ہم سب نے ملکر گوالیار میں بسر کئے۔ اس کے بعد آگرہ کا رخ کیا اور ماہ شعبان میں وہاں پہنچے۔ تاریخ ماہ شوال میں آکام تشویش شکم میں مبتلا ہوئیں اور اسی مہینے کی ۱۳

کو سنہ ۹۴۲ھ میں عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف چل بسیں اور حضرت بابم کے بچوں کا داغ یتیمی تازہ ہوگیا۔ خصوصاً میرے لئے کیونکہ انہوں نے ہی میری پرورش کی تھی۔ میرا عجیب حال ہوگیا۔ اضطراب مصیبت اور رنج والم نے آلیا۔ رات دن میں روتی رہتی تھی۔ حضرت بادشاہ نے کئی دفعہ آکر میری تسلی اور تشفی اور غمخواری فرمائی۔ جب حضرت آکا م مجھے اپنے ہاں لے گئی تھیں اس وقت میری عمر دو سال کی تھی۔ آپ نے میری پرورش کی اور ابھی میں دس سال کی تھی کہ آپ نے اس عالم فانی سے رحلت فرمائی۔ آپ کے انتقال کے ایک سال بعد تک میں آپ کے مکان میں ہی رہی۔

جب حضرت بادشاہ دھولپور کی سیر کو گئے تو میں بھی اپنی والدہ کے ہمراہ آپ کے ساتھ گئی۔ اس وقت میں گیارہویں سال میں تھی۔ یہ بات اس سے پہلے کی ہے جب آپ گوالیار گئے اور وہاں عمارتیں بنوانی شروع کیں۔

حضرت آکا م کے چہلم کے بعد بادشاہ دہلی تشریف لے گئے۔ اور قلعہ دین پناہ کی بنیاد رکھی۔ اور پھر واپس آگرہ میں آئے۔ آکا جانم نے حضرت بادشاہ سے کہا کہ میرزا ہندال کی شادی کا جشن کب کروگے؟ حضرت نے کہا بسم اللہ۔ میرزا ہندال کا نکاح تو آکا م کی زندگی میں ہی ہوگیا تھا مگر جشن شادی کا سامان ہونے میں دیر ہوئی تھی۔ آکا جانم نے کہا آج کل تو تو ی طلسم کا سامان بھی تیار ہے۔ اس لئے پہلے توی طلسم کریں گے۔ اس کے بعد میرزا ہندال کا جشن شادی کیا جائے گا۔ حضرت بادشاہ نے پوچھا کہ میری پھوپی صاحبہ کیا فرماتی ہیں؟

اُنہوں نے کہا ہاں خدا مبارک اور اچھا کرے۔

تُوی خانہ (یعنی وہ مکان جہاں جشن کیا گیا) اور جو طلسم کہلاتا تھا

اس کا بیان حسب ذیل ہے۔

اوّل ایک بڑا سا ہشت پہلو کمرہ تھا اور اس کے بیچ میں ایک ہشت پہلو حوض اور پھر حوض کے بیچ میں ایک ہشت پہلو تخت جس پہ ایرانی قالینوں کا فرش تھا۔ نوجوان خوبصورت لڑکیوں، صاحب جمال عورتوں، ساز نواز اور خوش آواز گویّوں کو حوض کے بیچ میں تخت پر بٹھایا گیا۔ اور وہ مرصع تخت جو آکام نے اس جشن کے لئے عنایت کیا تھا تُوی خانہ کے سامنے صحن میں رکھا گیا۔ اور ایک زر دوزی توشک اس کے سامنے بچھائی گئی۔ مرصع تخت کے سامنے حضرت بادشاہ اور آکا جانم اس توشک پر بیٹھ گئے۔ اور آکا جانم کی داہنی طرف آپ کی پھوپھیاں یعنی سلطان ابوسعید میرزا کی بیٹیاں تھیں یعنی فخر جہاں بیگم، بدیع الجمال بیگم، آق بیگم، سلطان بخت بیگم و مہر شاد بیگم، خدیجہ سلطان بیگم۔

ایک اور توشک پر ہماری پھوپھیاں یعنی حضرت فردوس مکانی کی بنیں تھیں یعنی شہر بانو بیگم اور یادگار سلطان بیگم ان کے علاوہ اور بیگمات داہنی طرف بیٹھیں وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

عائشہ سلطان بیگم دختر سلطان حسین میرزا، الوغ بیگم، دختر زینت سلطان بیگم حضرت بادشاہ کی پھوپھی تھیں۔ عائشہ سلطان بیگم، سلطانی بیگم دختر سلطان احمد میرزا جو بادشاہ کی پھوپھی اور خان کلاں کی والدہ تھیں، بیگہ سلطان بیگم

دختر سلطان خلیل میرزا بادشاہ کے چچا، ماہم بیگم، بیگی بیگم دختر الغ میرزا کابلی بادشاہ کے چچا۔ خان زادہ بیگم دختر سلطان مسعود میرزا جو اپنی ماں کی طرف سے بادشاہ کی پھوپھی پایندہ محمد سلطان بیگم کی نواسی تھیں۔ شاہ خانم جو بدیع الجمال کی بیٹی تھیں۔ خانم بیگم جو آق بیگم کی بیٹی تھیں۔ زینت سلطان خانم دختر سلطان محمود خاں جو بادشاہ کے بڑے نانا تھے۔ محبہ سلطان خانم دختر سلطان احمد خاں جو الاچہ خاں کے نام سے مشہور تھے اور بادشاہ بابر کے چھوٹے ماموں تھے۔ خانش بیگم جو میرزا حیدر کی بہن اور بادشاہ کی خالہ کی بیٹی تھیں۔ بیگہ کلاں بیگم۔ کیچک بیگم، شاہ بیگم جو دلشاد بیگم کی والدہ اور بادشاہ کی پھوپھی فخر جہاں بیگم کی بیٹی تھیں، کچکنہ بیگم، آپاق بیگم دختر سلطان بخت بیگم مہرلیق بادشاہ کی پھوپھی۔ شاد بیگم سلطان حسین میرزا کی نواسی اور بادشاہ کی پھوپھی کی بیٹی۔ مہر انگیز بیگم مظفر میرزا یعنی سلطان حسین میرزا کے نواسے کی بیٹی۔ دلشاد بیگم اور مہر انگیز بیگم کی آپس میں بہت دوستی تھی وہ مردانہ لباس پہن لیا کرتی تھیں اور انھیں کئی قسم کے ہنر آتے تھے مثلاً زنگیر تراشی چوگان بازی، تیراندازی وغیرہ۔ اس کے علاوہ وہ بہت قسم کے آلات موسیقی کے بجانے میں مہارت رکھتی تھیں، گل بیگم، فوق بیگم، جہاں سلطان بیگم افروز بانو بیگم، آغہ بیگم، فیروزہ بیگم، برلاس بیگم۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سی بیگمات موجود تھیں۔ ان کی کل تعداد چھیانوے [۹۶] تھی اور ان سب کو بادشاہی وظیفہ ملتا تھا۔ بعض اور عورتیں بھی شامل تھیں۔

طوی طلسم کے بعد میرزا ہندال کی شادی کا جشن منایا گیا۔ اس اثنا میں ان بیگمات میں سے بعض کابل چلی گئی تھیں اور بعض جو اس مجلس میں موجود تھیں اُن میں سے اکثر دائیں طرف بیٹھی تھیں۔ ہماری اور بیگمات یہ تھیں آغہ سلطان آغاچہ بیگم والدہ یادگار سلطان بیگم۔ آنون ماما۔ سلیمہ سکینہ اور بی بی حبیبہ اور حنفیہ بیگم۔

اور جو بیگمات بادشاہ کی بائیں طرف زر دوزی دیوان پر جلوہ افروز تھیں ان کے نام یہ ہیں:

معصومہ سلطان بیگم۔ گلرنگ بیگم۔ گلچہرہ بیگم۔ اور یہ ناچیز شکستہ دل گلبدن۔ عقیقہ سلطان بیگم۔ آچم یعنی ہماری والدہ دلدار بیگم۔ گلبرگ بیگم۔ بیگہ بیگم۔ غنچہ ماہم وزیر صاحب کی بیوی۔ الوش بیگم۔ ناہید بیگم۔ خورشید کوکہ اور بادشاہ بابام کے کوکہ کے بچے۔ افغانی آغاچہ۔ گلنار آغہ۔ نازگل آغہ چہ مخدومہ آغہ زوجہ ہندو بیگ۔ فاطمہ سلطان انگہ والدہ روشن کوکہ۔ فخر نسا انگہ والدہ ندیم کوکہ۔ میرزا قلی کوکہ کی بیوی۔ محمدی کوکہ کی بیوی۔ موید بیگ کی بیوی۔ اور بادشاہ کے کوکے خورشید کوکہ۔ شرف نسا کوکہ۔ فتح کوکہ۔ رابعہ سلطان کوکہ۔ ماہ لقا کوکہ۔ اور ہماری انائیں اور اُن کے بچے۔ بیگمات کی مصاحب عورتیں اور امرا کی بیویاں۔

اور جو لوگ دائیں طرف تھے وہ مندرجۂ ذیل ہیں:

سلیمہ بیگم۔ بی بی نیکہ۔ خانم آغہ دختر خواجہ عبداللہ مروارید۔ نگار آغہ والدہ مغل بیگ۔ نار سلطان آغہ۔ آغہ کوکہ زوجہ منعم خاں دختر میر شاہ حسین

عس بیگہ۔ کیک ماہم۔ کابلی ماہم۔ بیگی آغہ۔ خانم آغہ۔ سعادت سلطان آغہ بی بی دولت بخت۔ نصیب آغہ عس کابلی۔ اور بہت سی بیگمات اور آغہ یعنی امرا کی بیویاں اس طرف بیٹھیں اور سب اس شادی کے جشن میں حاضر تھیں۔

طلسمی مکان کی وضع یوں تھی کہ ایک بڑا ہشت پہلو کمرہ جس میں دعوت دی گئی۔ اور اس کے برابر میں چھوٹا کمرہ۔ یہ بھی ہشت پہلو تھا۔ ان دونوں ہشت پہلو کمروں میں طرح طرح کی سجاوٹ اور آرائش کی گئی تھی۔ بڑے کمرہ میں جو طوی خانہ کے نام سے موسوم تھا ایک مرصّع تخت بچھایا گیا اور اس کے اوپر اور نیچے زر دوزی پردے ڈالے گئے تھے اور آدھ گز لمبی موتیوں کی لڑیاں لٹکائی گئیں۔ ہر ایک لڑی کے سرے پر دو شیشے کے کرہ تھے۔ اس طرح تقریباً تیس چالیس موتیوں کی لڑیاں بنا کر لٹکائی گئیں۔ چھوٹے کمرہ میں مرصع چھپر کھٹ رکھا گیا تھا اور طاقوں میں مرصع پاندان اور صراحی اور کٹورا اور خالص سونے چاندی کے برتن رکھے گئے۔ اس طلسمی مکان کی مغرب کی جانب دیوان خانہ تھا۔ مشرق کی سمت باغ جنوب کی طرف "مثمن کلاں" اور شمال میں "مثمن خورد" ان تینوں عمارتوں میں بالا خانے تھے۔ ان میں سے ایک کو خانۂ دولت کہتے تھے۔ اس میں سپہگری کی چیزیں تھیں جو نو قسم کی تھیں مثلاً مرصّع تلوار۔ مرصع زرہ۔ مرصّع خنجر۔ جمدھر اور کھپوہ اور ترکش۔ اور ان چیزوں پہ زر دوزی قوپوش پڑا ہوا تھا۔ دوسری عمارت میں جو بالا خانہ تھا وہ خانۂ سعادت کہلاتا تھا اس میں جائے نماز۔ کتابیں۔ مرصع قلمدان۔ خوبصورت جزدان۔ اور نفیس

مرقع جنمیں خوبصورت تصویریں اور خوشنما کتبے تھے۔

تیسرا بالاخانہ جو خانہ ہراو کہلاتا تھا اس میں مرصع چھپرکھٹ اور صندل کی لکڑی کا صندوق رکھا گیا اور خیال کی توشکیں بچھائی گئیں۔ اور نیچے کی منزل میں بھی خاصگی نہالچوں کا فرش کیا گیا اور ان کے برابر زلیفت خیال کے دسترخوان بچھائے گئے۔ قسم قسم کے پھل اور طرح طرح کے شربت اور عیش وطرب کے سب سامان موجود تھے۔

طلسمی مکان میں جشن کے دن حضرت بادشاہ نے فرمایا کہ سب شہزادے اور بیگمات اور امرا ساچق کے تحفے لائیں۔ آپ کے ارشاد کے بموجب سب لوگ تحفے لائے۔ آپ نے فرمایا اس ساچق کے تین حصہ کرو۔ چنانچہ تین خوان اشرفی کے ہوئے اور چھ خوان شاہرخی کے۔ ان میں سے ایک خوان اشرفی اور دو خوان شاہرخی آپ نے ہندو بیگ کے ہاتھ میں دئے اور کہا کہ یہ حکومت کا حصہ ہے۔ اسے شہزادوں اور امراء وزرا اور سپاہیوں میں بانٹ دو۔ اور ایک خوان اشرفی اور دو خوان شاہرخی ملا محمد فرغلی کے سپرد کئے اور کہا کہ یہ حصہ سعادت ہے۔ اسے اکابر اور شرفا علماء صلحاء زہاد مشائخ، درویش، عباد، فقرا و مساکین میں تقسیم کردو۔ اور ایک خوان اشرفی اور دو خوان شاہرخی کے متعلق فرمایا کہ یہ حصہ مراد ہے۔ یہ ہمارا ہے۔ اسے ہمارے پاس لاؤ۔ چنانچہ آپ کے پاس لائے۔ آپ نے کہا اس کی گنتی کرنے کی کیا ضرورت ہے اور اپنا دست مبارک بڑھا کر کچھ اشرفیاں اپنی مٹھی میں لے لیں اور فرمایا کہ ایک خوانچہ اشرفی اور ایک خوانچہ شاہرخی

بیگمات کے پاس لے جاؤ۔ وہ سب ان میں سے ایک ایک مٹھی لیں۔ اور باقی دو خوان شاہرخی اور سب اشرفیاں جو دو ہزار کے قریب تھیں اور شاہرخی سکے کوئی دس ہزار ہوں گے ان سب کو بکھیر کر نثار کر دیا۔ پہلے بڑی بیگمات کے سامنے اور پھر اور سب لوگوں کے سب جو اس مجلس میں موجود تھے ہر ایک کے حصہ میں سو ڈیڑھ سو سے کم سکے نہ آئے ہوں گے۔ اور جو لوگ حوض میں تھے ان کے حصہ میں بالخصوص بہت سے آئے۔

پھر حضرت بادشاہ نے فرمایا آکہ جانم اگر اجازت ہو تو حوض میں پانی چھوڑ دیا جائے۔ آکہ جانم نے کہا بہت خوب اور آپ خود اٹھ کر اوپر کی سیڑھی پہ جا بیٹھیں لوگ بے خبر تھے کہ اتنے میں یکایک زور سے پانی آگیا۔ لڑکے لڑکیاں جو حوض میں بیٹھے تھے بہت سراسیمہ ہو گئے۔ حضرت بادشاہ نے فرمایا گھبراؤ نہیں تم میں سے ہر ایک ایک گولی تنبیت کی اور تھوڑی سی معجون کھالے اور باہر نکل آئے۔ معجون کھا کر سب جلدی جلدی باہر آئے۔ ابھی پانی ان کے ٹخنوں تک پہنچا تھا۔ غرض سب نے معجون کھائی اور باہر نکل آئے۔

اس کے بعد دسترخوان چنا گیا اور سروپا دیئے گئے۔ اور معجون کھانے والوں اور اور لوگوں میں انعام اور سروپا تقسیم کئے گئے۔ حوض کے کنارے ایک تالار تھا جس میں ابرق کے دریچے تھے۔ لڑکیاں وغیرہ اس تالار میں جا بیٹھیں۔ بازی گروں نے اپنے کرتب دکھائے۔ ایک بازار عورتوں کے لئے مخصوص تھا۔ تالاب میں کشتیاں بھی تھیں جنھیں خوب سجایا گیا تھا۔ ایک کشتی میں چھ آدمیوں کی شکلیں اور چھ طاق بنائے گئے تھے۔ اور ایک اور کشتی

میں ایک بالاخانہ بنایا تھا۔ نیچے کے حصہ میں باغ لگایا تھا۔ گل کلغی۔ تاج خروس۔ نافرمان اور لالہ کے پھول اُگائے تھے۔ ایک جگہ آٹھ کشتیوں کو ملا کر ہشت پہلو کشتی بنائی تھی۔ غرض خدائے تعالیٰ نے حضرت بادشاہ کے دل کو ایسی ایجاد اور اختراع عطا کی تھی کہ جس کسی نے ان چیزوں کو دیکھا وہ حیران اور دنگ رہ گیا۔

میرزا ہندال کی شادی کے متعلق اور باتیں یہ ہیں آپ کی دلہن سلطانم بیگم مہدی خواجہ کی بہن تھیں۔

بادشاہ بابام کے بہنوئی کے ہاں سوائے جعفر خواجہ کے اور کوئی بچہ نہ ہوا تھا۔ آکہ جانم نے سلطانم کو اپنی بیٹی بنا لیا تھا سلطانم بیگم کی عمر دو سال کی تھی جب آکا جانم یعنی خانزادہ بیگم نے انھیں اپنی حفاظت میں لے لیا تھا اور آپ سلطانم بیگم سے بہت محبت کرتی تھیں اور اپنے بھائی کا بچہ سمجھتی تھیں آپ نے بہت خوبی اور خوش اسلوبی سے شادی کی دعوت کی۔ کوشک اور پردے اور پانچ دیوان اور پانچ سرہانے کے تکیے۔ ایک بڑا تکیہ اور دو گول تکیے۔ کمر بند نقاب۔ خرگاہ۔ مع تین توشک زر دوزی۔ میرزا ہندال کے لباس کے لیے چارقب اور زر دوزی تاج۔ تولیہ۔ رو پاک اور رومال زر دوزی اور قور پوش زر دوزی۔ اور سلطانم بیگم کے لئے نو عدد نیمتنہ جن میں جواہرات کے بٹن تھے۔ ایک میں لعل کے۔ ایک میں یاقوت۔ ایک میں زمرد۔ ایک میں فیروزہ۔ ایک میں زبرجد۔ ایک میں عین الهرة۔ ان کے علاوہ نو گلے میں پہننے کے ہار۔ اور ایک چارقب اور چار نکمہ دار صدریاں۔ اور ایک جوڑی لعل کی بالیاں اور ایک

جوڑی موتیوں کی بالیاں اور تین پنکھے اور ایک شاہی چتر۔ ایک درخت اور دو خطیب اور بہت سی چیزیں اور ساز و سامان جو آکہ جانم نے جمع کر رکھا تھا وہ سب آپ نے جہیز میں دیدیا۔ اور ایسی شادی رچائی کہ بادشاہ بابام کے کسی اور بیٹے کو میسر نہ ہوئی۔ آپ نے ہی سب انتظام کیا اور سب باتوں کو انجام دیا۔ نو تپوچاق گھوڑے مع مرصع زین اور زر دوزی لگام۔ سونے چاندی کے برتن۔ ترکی اور چرکسی اور روسی اور حبشی غلام سب نو نو کی تعداد میں دئے۔

جو چیزیں بادشاہ بابام کے بہنوئی مہدی خواجہ نے میرزا ہندال کو دیں۔ نو تپوچاق گھوڑے مع زین۔ لگام مرصع و زر دوزی۔ سونے اور چاندی کے برتن۔ اٹھارہ یارگیر گھوڑے جن کی زین اور لگام مخمل اور زربفت اور سقرلات پرتگالی کی تھی۔ ترکی، حبشی اور ہندی غلام سب تین تین تقوز۔ اور تین زنجیر ہاتھی

جشن شادی سے فارغ ہوئے تھے کہ خبر آئی کہ سلطان بہادر کے وزیر خراسان خان نامی نے بیانہ پر حملہ کیا ہے۔ حضرت بادشاہ نے میرزا عسکری کو بعض اور امرا کی ہمراہی میں جن میں فخر علی بیگ اور میر تردی بیگ وغیرہ شامل تھے مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔ ان لوگوں نے بیانہ پہنچ کر جنگ کی اور خراسان خان کو شکست ہوئی۔ کچھ عرصہ بعد بادشاہ بسعادت و سلامت گجرات کی طرف روانہ ہوئے یعنی ماہ رجب کی پندرہ تاریخ کو ۹۴۱ھ میں آپ نے گجرات کی طرف جانے کا عزم بالجزم کیا اور اپنا پیش خانہ باغ زرافشاں میں نصب کیا اور اس باغ میں لشکر کے جمع ہونے تک ایک مہینے رہے۔

یکشنبہ اور سہ شنبہ کے دن آپ دریا کی دوسری طرف دربار کرنے کے

لئے جاتے تھے۔ جب تک اس باغ میں آپ کا قیام رہا آچم یعنی میری والدہ دلدار بیگم اور میری بہنیں اور بیگمات زیادہ تر آپ کے ساتھ رہیں۔ خیموں کی جو قطار تھی اس میں معصومہ سلطان بیگم کا خیمہ سب سے پہلے تھا۔ اس کے بعد گلرنگ بیگم اور آچم کا ایک ہی جگہ تھا۔ اور اس کے بعد گلبرگ بیگم اور بیگہ بیگم وغیرہ کے خیمے تھے۔

پورے طور پر سب ساز و سامان کیا گیا۔ جب پہلی دفعہ خیمہ اور خرگاہ اور بارگاہ باغ میں نصب کئے گئے تو حضرت بادشاہ اس جائے قیام اور ساز و سامان کے ملاحظہ کے لئے تشریف لائے۔ اور بیگمات اور اپنی بہنوں سے ملنے گئے۔ چونکہ آپ معصومہ سلطان بیگم کے خیمہ کے قریب اُترے تھے اس لئے پہلے ان کے خیمہ میں تشریف لے گئے۔ وہاں اور سب بیگمات اور میری بہنیں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ اور یہ قاعدہ تھا کہ جس بیگم کے ہاں آپ تشریف لے جاتے تھے باقی سب بیگماتؑ اور آپ کی بہنیں بھی وہیں آپ کے ہمراہ جاتی تھیں۔ دوسرے دن اس ناچیز کے قیام گاہ میں جلوہ افروز ہوئے تین پہر رات تک مجلس رہی۔ اس میں بہت سی بیگمات۔ میری بہنیں۔ اور بہت سی مستورات شریک تھیں اور گانے بجانے والے موجود تھے۔ سہ پہر رات کے بعد حضرت بادشاہ نے آرام فرمایا اور آپ کی بہنیں اور بیگمات بھی سب وہیں آپ کے قریب سو گئیں۔

صبح کے وقت بیگہ بیگم نے آپ کو جگا کر کہا کہ نماز کا وقت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ وضو کا پانی یہیں منگوا لو۔ جب بیگم نے دیکھا کہ بادشاہ بیدار ہو گئے ہیں

تو شکایت شروع کی کہ اس باغ میں آپ کو تشریف لائے کئی دن ہو گئے مگر ایک دن بھی ہمارے ہاں نہ آئے۔ ہمارے گھر کے راستہ میں کسی نے کانٹے تو بوئے نہیں۔ ہم بھی اس بات کے امیدوار ہیں کہ آپ ہمارے ہاں آئیں اور مجمع اور مجلس برپا ہو۔ آخر کب تک یہ بے اعتنائی اور سرد مہری اس بیچاری کے حق میں روا رکھیں گے۔ ہمارا بھی تو دل ہے۔ اور جگہ تو آپ تین تین دفعہ گئے اور رات دن وہاں خوب عیش و عشرت سے گزارا کئے۔

حضرت بادشاہ نے کچھ جواب نہ دیا اور نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے۔ جب ایک پہر دن نکل آیا تو اپنی بہنوں اور بیگمات اور دلدار بیگم، افغانی آغہ چہ، گلنار آغہ چہ، بیوہ جان، آغا جان، اور اناؤں کو بلایا۔ جب ہم آپ کے سامنے گئے تو آپ خاموش رہے اور ہم سب سمجھ گئے کہ آپ غصہ میں ہیں۔ کچھ دیر کے بعد آپ نے بیگہ بیگم کو مخاطب کر کے کہا۔ "بی بی میں نے تم سے کیا بد سلوکی کی جس کی آج صبح تم شکایت کر رہی تھیں۔ اور یہ کوئی شکایت کرنے کا موقع بھی نہیں تھا۔ تم سب کو معلوم ہے کہ میں سب بزرگ بیگمات کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا ہوں کیونکہ میرا یہ فرض ہے کہ ان کی خاطر جوئی کروں مگر میں ان کے سامنے شرمندہ ہوتا ہوں کہ میں ان سے بھی اتنی دیر دیر کے بعد ملتا ہوں۔ میرے دل میں پہلے ہی سے یہ خیال تھا کہ تم سب سے ایک اقرار نامہ مانگوں۔ اچھا ہوا کہ تم نے اب خود ہی مجھے بولنے پر مجبور کیا۔ تم جانو میں افیونی آدمی ہوں۔ اگر تمہارے ہاں آنے جانے میں دیر ہو تو اس میں تمہاری خفگی کی

کوئی وجہ نہیں ۔ بلکہ ہم سب مجھے اپنی ایک ایک تحریر اس مضمون کی دیدو کہ آپ کا جی چاہے آئیں یا نہ آئیں ہم سب آپ سے خوش اور مطمئن رہیں گے ۔ گلبرگ بیگم نے فوراً یہ لکھکر آپ کو دیدیا ۔ اور آپ نے اُنھیں گلے لگایا ۔ بیگہ بیگم نے تھوڑا سا اپنی بات پہ اصرار کیا اور کہا عذر گناہ سے بدتر معلوم ہوتا ہے ۔ ہماری غرض شکایت کرنے سے یہ تھی کہ آپ ہمیں اپنی مہربانی سے سرفراز فرمائیں ۔ آپ نے اُلٹا بات کو اس قدر بڑھا لیا مگر ہمارے کیا بس کی بات ہے ۔ آپ بادشاہ ہیں ۔ آخر اُنہوں نے بھی اقرار نامہ لکھکر دیدیا اور آپ نے ان سے بھی صلح کر لی ۔

شعبان کی ۱۴ ۔ تاریخ کو آپ باغ زرافشاں سے کوچ کر کے گجرات کی طرف متوجہ ہوئے تاکہ سلطان بہادر کی سرکوبی کریں ۔ منحسور کے مقام پر مقابلہ ہوا اور سلطان بہادر جنگ میں شکست کھا کر چمپانیر کی طرف بھاگ گیا ۔ حضرت بادشاہ نے بہت مستعدی سے اس کا تعاقب کیا ۔ اس نے چمپانیر کو بھی چھوڑا اور احمد آباد کی طرف چلا گیا ۔ آپ نے احمد آباد پر بھی تصرف جما لیا اور گجرات کا تمام علاقہ اپنے آدمیوں میں تقسیم کر دیا احمد آباد میرزا عسکری کو عنایت کیا ۔ بھروچ قاسم حسین سلطان کو دیا اور پٹن یادگار ناصر میرزا کو ۔

حضرت بادشاہ خود چمپانیر سے تھوڑے سے آدمیوں کے ساتھ سیر کے لئے کنبایت چلے گئے ۔ وہاں چند روز کے بعد ایک عورت نے خبر دی کہ کیا مطمئن بیٹھے ہو ۔ حضرت بادشاہ فوراً سوار ہو کر روانہ ہو جائیں

نہیں تو کنبایت کے لوگ جمع ہو کر تم پر حملہ کریں گے۔ حضرت بادشاہ کے بعض امرائے اس باغی جماعت پر حملہ کر کے ان میں سے بعض کو قید کر لیا اور بعض کو قتل کیا۔ کنبایت سے حضرت بادشاہ بڑودہ میں آئے اور پھر وہاں سے چمپانیر گئے۔

ایک دن بیٹھے بٹھائے یکایک ہلچل مچی اور میرزا عسکری کے کچھ آدمی احمد آباد چھوڑ کر بھاگے ہوئے حضرت بادشاہ کے پاس آئے اور یہ خبر لائے کہ میرزا عسکری اور یادگار میرزا نے آپس میں کچھ ساز باز کر لی ہے اور آگرہ جانے والے ہیں۔ جب حضرت بادشاہ نے یہ سُنا تو آپ کے لئے یہ ضروری ہو گیا کہ آپ واپس آگرہ چلے جائیں۔ چنانچہ آپ نے گجرات کی مہم اور معاملات کو چھوڑا اور گجرات سے مُنہ موڑ کر کوچ کرتے ہوئے آگرہ میں آ گئے اور ایک سال تک وہیں رہے۔

اس کے بعد آپ چناوہ گئے اور چناوہ اور بنارس پر قبضہ کیا۔ ان دنوں شیر خاں جرکندہ میں تھا۔ اس نے آپ کی خدمت میں گزارش کی کہ میں آپ کا پرانا خادم ہوں۔ مجھے کوئی ایسا علاقہ عنایت کر دیں کہ جس کی حدود مقرر ہوں تاکہ میں وہاں مقیم ہو جاؤں۔

حضرت بادشاہ ابھی اس درخواست پہ غور کر رہے تھے کہ اس اثنا میں گوڑ بنگالہ کا راجہ زخمی ہو کر آپ کی پناہ میں آ گیا۔ اس وجہ سے آپ نے شیر خاں کی کوئی بات نہ مانی اور کوئی معاہدہ نہ کیا بلکہ فوج سمیت گوڑ بنگالہ کا رُخ کیا۔ جب شیر خاں کو یہ معلوم ہوا کہ بادشاہ گوڑ بنگالہ

کی طرف گئے ہیں تو وہ بھی سواروں کی ایک بڑی جماعت لیکر وہاں چلا گیا اور اپنے بیٹے جلال خاں کے ساتھ جاکر شامل ہو گیا۔ اس کا بیٹا جلال خاں اور اس کا غلام خواص خاں پہلے ہی سے گوڑ بنگالہ میں موجود تھے شیر خاں نے ان دونوں کو وہاں سے واپس کیا اور کہا کہ جاکر گڑھی کی استحکام بندی کر لو۔ ان دونوں نے آکر گڑھی پہ قبضہ جمالیا۔ حضرت بادشاہ نے جہانگیر بیگ کو پہلے ہی یہ ہدایت کر دی تھی کہ گڑھی پہ قبضہ کر لو۔ وہ بھی ایک منزل آگے بڑھا اور گڑھی جاپہنچا۔ وہاں جنگ ہوئی جہانگیر بیگ زخمی ہو گیا اور بہت سے آدمی مارے گئے۔

مقام کھل گانو میں تین چار دن قیام کرنے کے بعد حضرت بادشاہ نے مصلحت اسی میں دیکھی کہ آگے بڑھیں اور گڑھی کے نزدیک پہنچ جائیں۔ جب آپ منزلیں طے کرتے ہوئے پہلے وہاں پہنچے تو شیر خاں اور خواص خاں نے راہ فرار اختیار کی۔ دوسرے دن آپ گڑھی میں داخل ہوئے اور گڑھی سے گزر کر گوڑ بنگالہ گئے اور اسے بھی فتح کیا۔ آپ نو مہینے تک ولایت گوڑ میں مقیم رہے اور گوڑ کا نام جنت آباد رکھا۔ جب آپ امن چین سے گوڑ میں تھے تو یہ خبر آئی کہ بعض امرا بھاگ کر میرزا ہندال سے جا ملے ہیں۔

خسرو بیگ، زاہد بیگ اور سید امیر میرزا نے میرزا ہندال کی خدمت میں پہنچ کر عرض کی کہ حضرت بادشاہ آج کل بخیر و سلامت دور گئے ہوئے ہیں اور میرزایاں یعنی محمد سلطان میرزا اور اس کے بیٹے الغ میرزا اور شاہ میرزا نے دوبارہ سر اٹھایا ہے اور ہر وقت ایک دوسرے کے ساتھ دکھائی دیتے

ہیں۔ اور مشیخت پناہی بندگی شیخ بہلول نے ان دنوں میں زرہ بکتر اور زین ساز اور سپہگری کا سامان ایک تہ خانہ میں چھپا رکھا ہے اور اسے ٹھیلوں پر لاد کر خفیہ طور پر شیر خاں اور میرزا یاں کو بھیجتے رہتے ہیں۔

میرزا ہندال کو اس بات کا یقین نہیں آیا اور آپ نے تحقیق کے لئے میرزا نورالدین محمد کو بھیجا۔ انہوں نے واقعی زرہ بکتر اور زین ساز و غیرہ کا خفیہ ذخیرہ معلوم کیا اور اس لئے بندگی شیخ بہلول کو قتل کر دیا۔ جب حضرت بادشاہ کو اس واقعہ کی خبر پہنچی تو آپ آگرہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ آپ گنگا دریا کے بائیں کنارہ کے ساتھ ساتھ آ رہے تھے۔ جب آپ منگیر کے سامنے پہنچے تو امراء نے عرض کی کہ آپ بادشاہوں کے بادشاہ ہیں۔ جس راستہ سے آپ آئے تھے اسی راستہ سے آپ کو واپس جانا چاہیئے تاکہ شیر خاں کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ اپنے آنے کا راستہ چھوڑ کر آپ دوسرے راستہ سے پسپا ہوئے۔ اس وجہ سے حضرت بادشاہ دوبارہ منگیر آئے اور اپنے اہل و عیال کے اکثر آدمیوں کو کشتی کے ذریعہ کی مخالف سمت میں حاجی پور پٹنہ تک لائے۔

جب آپ بنگال گئے تھے تو قاسم سلطان کو اس جگہ حفاظت کے لئے چھوڑ گئے تھے۔ اب یہ خبر آئی کہ شیر خاں قریب آ پہنچا ہے۔ جب کبھی جنگ ہوئی۔ حضرت بادشاہ کے آدمی غالب آئے۔ اس اثنا میں بابا بیگ جونپور سے اور میرک بیگ چنادہ سے اور مغل بیگ اودھ سے حضرت بادشاہ کی خدمت میں آ گئے۔ اور ان تین امرا کے آجانے کی وجہ سے

غلہ گراں ہوگیا۔

کچھ خدا کی مرضی یہی تھی۔ ایک دن سب غافل بیٹھے ہوئے تھے کہ شیر خاں نے آکر حملہ کر دیا۔ بادشاہی لشکر کو شکست ہوئی اور بہت سے بادشاہی آدمی اور متعلقین قید ہو گئے۔ حضرت بادشاہ کے دست مبارک میں بھی زخم آیا۔ اس شکست کے بعد تین دن تک آپ چناد میں رہے اور پھر اریل پہنچے۔ مگر جب دریا کے کنارے پہ آئے تو حیران تھے کہ بغیر کشتی کے کیونکر دوسری طرف جائیں۔ اتنے میں راجہ بیربھان پانچ چھ سواروں کے ساتھ آگیا اور اس نے آپ کو ایک پایاب جگہ سے دریا کے پار گزار دیا۔ بادشاہی آدمی چار پانچ دن کے فاقہ سے تھے ان کے لیے راجہ نے ایک بازار لگوا دیا۔ اس طرح لشکر کے آدمیوں نے چند دن خوب آسائش سے بسر کیے اور گھوڑوں کو بھی آرام ملا۔ جو آدمی پیدل تھے انہوں نے نئے تازہ دم گھوڑے خرید لیے۔ غرض راجہ بہت ہی شائستہ اور مناسب خدمات بجا لایا۔ دوسرے دن حضرت بادشاہ نے راجہ کو رخصت کیا اور سعادت اور سلامتی سے ظہر کی نماز کے وقت دریائے جمنا کے کنارے پر آئے اور ایک پایاب جگہ سے لشکر دریا کے پار ہوا۔ چند دن بعد کڑہ پہنچے۔ اس جگہ غلہ اور چارہ کثرت سے دستیاب ہو سکتا تھا۔ کیونکہ یہ اپنا ہی علاقہ تھا۔ یہاں آرام کرنے کے بعد لشکر کے آدمی کالپی آئے اور کالپی سے روانہ ہو کر آگرہ کا رخ کیا۔ آگرہ پہنچنے سے پہلے خبر آئی کہ شیر خاں چوسہ کی طرف سے آ رہا ہے۔ اس سے آدمیوں میں

بہت اضطراب پھیل گیا۔

اس ہلچل میں بعض آدمی ایسے غائب ہوئے کہ پھر اُن کا کچھ بھی نام نشان نہ ملا۔ ان ہی میں عائشہ سلطان بیگم دختر سلطان حسین میرزا پھوپیکا کا بادشاہ بابام کی پرانی ملازمہ۔ بیگہ جان کوکہ۔ عقیقہ بیگم۔ چاند بی بی جو سات مہینہ سے حاملہ تھیں۔ اور شاد بی بی شامل ہیں۔ موخر الذکر تین بیویاں حضرت بادشاہ کے حرم میں تھیں۔ گم شدہ لوگوں میں سے بعض کی بالکل خبر نہ ملی کہ دریا میں ڈوب گئے یا کیا ہوئے۔ حضرت بادشاہ نے بعد میں ہر چند تلاش اور جستجو کی مگر ان کا کچھ پتہ نہ ملا۔

چالیس روز تک حضرت بادشاہ بیمار رہے۔ اس کے بعد صحت پائی۔

اس اثنا میں خسرو بیگ، دیوانہ بیگ، زاہد بیگ اور سید امیر بادشاہ کی خدمت میں آئے اور میرزایان یعنی محمد سلطان میرزا اور اس کے بیٹوں کے متعلق پھر یہ معلوم ہوا کہ وہ قنوج میں آ گئے ہیں۔

شیخ بہلول کے قتل کے بعد میرزا ہندال دہلی چلے گئے اور میر فقیر علی اور بعض وفادار آدمیوں کو اپنے ساتھ لے گئے تا کہ محمد سلطان میرزا اور اس کے بیٹوں کا تدارک کریں۔ میرزایان اس طرف سے بھاگ کر قنوج کی طرف آ گئے۔ میرزا یادگار کو میر فقیر علی دہلی میں لے آئے۔ چونکہ میرزا ہندال اور میرزا یادگار ناصر کے درمیان اتحاد اور اخلاص نہ تھا اس لئے میر فقیر علی نے جو یہ حرکت کی تو غصہ میں آ کر میرزا ہندال نے دہلی کا محاصرہ کر لیا۔

میرزا کامراں نے جب یہ باتیں سنیں ان کے دل میں بھی بادشاہی

کی ہوس پیدا ہوئی اور بارہ ہزار مسلح سواروں کو ساتھ لیکر انہوں نے بھی دہلی کا رُخ کیا۔ جب وہ دہلی پہنچے تو میر فقیر علی اور میرزا یادگار ناصر نے شہر کے دروازے بند کر لئے۔ دو تین دن گزرنے کے بعد میر فقیر علی قول و قرار کر کے میرزا کامران کے پاس آئے اور عرض کی کہ حضرت بادشاہ اور شیر خاں کی بابت اس اس قسم کی متوحش خبریں سنی جاتی ہیں۔ اور میرزا یادگار ناصر یہ نہیں چاہتا کہ آکر آپ کے ساتھ شامل ہو جائے۔ موجودہ صورت میں یہی مناسب ہے کہ آپ میرزا ہندال کو قید کر کے آگرہ کی طرف متوجہ ہوں اور دہلی میں ٹھہرنے کا خیال چھوڑ دیں۔ میرزا کامران نے میر فقیر علی کی بات پسند کی اور خلعت دیکر انھیں رخصت کیا۔ میرزا ہندال کو گرفتار کر کے آگرہ میں آ گئے۔ وہاں حضرت فردوس مکانی کے مزار کی زیارت کی اور اپنی والدہ اور بہنوں سے ملاقات کے بعد باغ زرافشاں میں قیام کیا۔

اس اثنا میں نور بیگ آیا اور خبر لایا کہ حضرت بادشاہ آرہے ہیں۔ چونکہ شیخ بہلول کے قتل کی وجہ سے میرزا ہندال شرمندہ تھے اسلئے وہ الور کی طرف چلے گئے۔

چند دن کے بعد باغ زرافشاں سے نکل کر میرزا کامران بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جس دن حضرت بادشاہ آئے تھے ہم اسی دن شام کو ان کے حضور میں باریاب ہوئے تھے۔ جب آپ نے اس ناچیز کو دیکھا تو فرمایا کہ میں نے تو تجھے پہلے پہچانا ہی نہیں کیونکہ جب ہمارا ظفر اثر لشکر گوڑ بنگالہ گیا تھا اس وقت تک تو تو ٹوپی پہنا کرتی تھی اور اب جو میں نے تجھے

لچک قصابہ پہنے دیکھا تو نہیں پہچانا کہ کون ہے۔ گلبدن تو مجھے بہت یاد آتی تھی اور بعض دفعہ میں پشیمان ہو کر کہتا تھا کہ کاش تجھے اپنے ساتھ لے آتا مگر جب وہاں یہ ہلچل مچی تو میں نے شکر کیا اور کہا کہ الحمدللہ میں گلبدن کو اپنے ساتھ نہیں لایا۔ عقیقہ بیگم تو ذرا سی لڑکی تھی مگر اس کے لیے میں نے بے انتہا غم اور افسوس کیا اور پشیمان ہوتا تھا کہ اسے میں اپنے ہمراہ کیوں لایا۔

کچھ دن کے بعد حضرت بادشاہ میری والدہ سے ملنے آئے۔ اور آپ قرآن شریف اپنے ساتھ لائے تھے۔ فرمایا کہ تھوڑی دیر کے لئے اور لوگ ہٹ جائیں۔ جب اور سب اٹھ کر چلے گئے اور خلوت ہو گئی تو آپ نے آچم اور اس ناچیز اور افغانی آغہ چہ اور گلنار آغہ چہ۔ نارگل آغہ چہ اور میری اناکو مخاطب کر کے کہا۔ ہندال میرا دست و بازو ہے۔ جس طرح ہیں آنکھ کی بینائی مطلوب ہے اسی طرح قوت بازو بھی پسند اور درکار ہے۔ شیخ بہلول کے قضیہ کی بابت میں میرزا ہندال سے کیا شکایت کر سکتا ہوں۔ جو تقدیر الٰہی تھی کہ پوری ہوئی۔ اب میرے دل میں ہندال کی طرف سے کوئی میل نہیں اور اگر تمھیں اس کا یقین نہیں تو.... آپ نے قرآن شریف کو اونچا اٹھا لیا تھا مگر میری والدہ دلدار بیگم اور اس ناچیز نے اسے آپ کے ہاتھ سے لے لیا اور سب نے کہا۔ یہ سب سچ ہے۔ آپ ایسی باتیں کیوں کہتے ہیں؟

آپ نے دوبارہ فرمایا گلبدن کیا اچھا ہو اگر تو جا کر اپنے بھائی ہندال کو لے آئے۔ میری والدہ نے کہا۔ یہ ذرا سی بچی ہے کبھی اس نے اکیلے سفر نہیں کیا۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں خود چلی جاؤں۔ حضرت بادشاہ نے فرمایا

اگر میں آپ کو یہ تکلیف دوں تو یہ اس لئے ہے کہ بچوں کی غمخواری ماں باپ پر لازم ہے۔ اگر آپ جائیں تو ہمارے حق میں آپ کی یہ عین عنایت اور ہمدردی ہو گی۔

آخر ابو البقا کو آپ نے میری والدہ کے ساتھ میرزا ہندال کو لانے کے لیے بھیجا۔ آپ کی تشریف آوری کی خبر سنتے ہی میرزا ہندال آپ کے پاس آ گئے۔ حضرت والدہ بہت خوش ہوئیں۔ میرزا ہندال آپ کے استقبال کے لئے آئے تھے اور آپ کی ہمراہی میں الور سے روانہ ہو کر حضرت بادشاہ کے حضور میں باریاب ہوئے۔ شیخ بہلول کے بارہ میں میرزا ہندال نے یہ کہا کہ وہ زرنگتر، زین ساز اور سپہگری کا ساز و سامان شیر خاں کو بھیجا کرتے تھے اس لئے میں نے انہیں قتل کیا۔

غرض چند روز بعد خبر آئی کہ شیر خاں لکھنؤ کے قریب پہنچ گیا ہے۔ ان دنوں ایک سقہ حضرت بادشاہ کا خادم تھا۔ جب حضرت بادشاہ چوسر کے مقام پر دریا میں اپنے گھوڑے سے الگ ہو گئے تھے تو اس سقہ نے آکر آپ کی مدد کی تھی اور اسی کی مدد سے آپ اس بھنور سے صحیح سلامت باہر نکلے۔ اس خدمت کے صلہ میں آپ نے اس سقے کو تخت پر بٹھا دیا۔ اس جان نثار خادم کا نام مجھے ٹھیک معلوم نہیں ہوا کیونکہ بعض لوگ اسے نظام کہتے تھے اور بعض سنبل کہتے تھے۔ غرض اس سقہ کو تخت پر بٹھا کر آپ نے حکم دیا کہ سب امراء اس کے سامنے کورنش کریں۔ اور اس کا جو جی چاہے کسی کو دے اور جس کسی کو جی چاہے منصب عطا کرے۔ دو دن کے لئے اس سقہ کو بادشاہی دی گئی۔

میرزا ہندال اس سفر کے دربار میں حاضر نہ ہوئے۔ آپ دوبارہ الور چلے گئے تھے تاکہ جنگ کا سامان وغیرہ مہیا کریں۔ میرزا کامراں بھی اس مجلس میں نہ آئے۔ آپ بیمار تھے اور آپ نے حضرت بادشاہ کو یہ کہلا کر بھیجا کہ اس غلام پر عنایت اور مہربانی کسی اور شکل میں کرنی چاہیئے تھی۔ بھلا اس کی کیا ضرورت تھی کہ اس کو تخت پر ہی بٹھا دیا جائے۔ آج کل شیر خاں تو قریب آپہنچا ہے اور آپ یہ کھیل کر رہے ہیں۔

ان دنوں میرزا کامراں کی بیماری نے بہت زور پکڑا۔ آپ ایسے کمزور اور دبلے ہو گئے کہ پہچانے نہ جاتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ کے بچنے کی کوئی امید نہ رہی تھی۔ مگر خدا کی عنایت سے آپ کی حالت بہتر ہو گئی۔ میرزا کامراں کو یہ شبہ پیدا ہوا کہ حضرت بادشاہ کے ایما سے آپ کی سوتیلی ماؤں نے آپ کو زہر دیدیا ہے۔ جب حضرت بادشاہ نے یہ بات سنی تو آپ فوراً میرزا کامراں سے ملنے گئے اور قسم کھائی کہ ہرگز یہ بات کبھی ہمارے ذہن میں بھی نہیں آئی۔ اور نہ ہم نے کسی سے یہ کہا۔ باوجود قسمیں کھانے کے میرزا کامراں کا دل صاف نہیں ہوا اور آپ کی بیماری بھی دوبارہ دن بدن بڑھتی گئی۔ یہاں تک کہ بات کرنے کی بھی طاقت نہ رہی۔

خبر آئی کہ شیر خاں لکھنؤ سے روانہ ہو گیا۔ حضرت بادشاہ نے اپنا ڈیرہ اٹھا کر قنوج کا رُخ کیا۔ اور میرزا کامراں کو اپنی جگہ آگرہ میں چھوڑ گئے۔ چند دن کے بعد میرزا کامراں نے سنا کہ حضرت بادشاہ نے کشتیوں کا پل بنا کر دریائے گنگا کو عبور کر لیا ہے۔ یہ سنکر آپ بھی آگرہ سے چل کھڑے ہوئے۔

ہم لوگ لاہور کے قریب مقیم تھے کہ میرزا کامراں نے ایک بادشاہی فرمان بھیجا کہ تمہارے لئے یہ حکم ہے کہ تم میرے ساتھ لاہور جاؤ۔ میری بابت میرزا کامراں نے حضرت بادشاہ سے کہا تھا کہ میری بیماری بہت شدید ہے۔ اور اس پردیس میں میرا کوئی دوست اور غمخوار نہیں۔ اگر آپ گلبدن سے کہیں کہ وہ میرے ساتھ لاہور چلی جائے تو عین عنایت و مہربانی ہوگی۔ حضرت بادشاہ نے لحاظ سے یہ کہہ دیا تھا کہ اچھا چلی جائے۔ اب جب حضرت بادشاہ جبر و سلامتی سے لکھنؤ کی طرف دو تین منزل چلے گئے تو میرزا کامراں نے مجھے شاہی فرمان دکھایا اور اصرار کیا کہ تم ضرور میرے ساتھ چلو۔ میری والدہ نے کہا اس نے کبھی ہم سے الگ ہو کر سفر نہیں کیا۔ میرزا کامراں نے جواب دیا اگر تنہا سفر نہیں کیا تو آپ بھی ساتھ چلیں۔ اس گفتگو کے بعد میرزا نے کوئی پانچ سو سپاہی اور معتبر افسر اور اپنے رضاعی باپ اور بھائی دونوں کو میری والدہ کے پاس بھیجا اور کہا کہ اگر آپ لاہور تک نہیں جاتیں تو اس طرف ایک منزل تک ہی میرے ساتھ چلی چلو۔ چنانچہ ہم ایک منزل تک اُن کے ساتھ گئے۔ یہاں آ کر میرزا کامراں نے پھر بہت سی قسمیں کھائیں اور دوبارہ یہی کہا کہ میں تجھے اپنے پاس سے نہیں جانے دوں گا۔

آخر بہت گریہ و زاری کے ساتھ اپنی سوتیلی ماؤں سے اور اپنی والدہ سے اور اپنی بہنوں سے۔ اپنے والد کے آدمیوں سے اور اپنے بھائیوں سے غرض ان سب لوگوں سے جن کے ساتھ میں بچپن سے بڑھی پلی تھی مجھے جدا ہونا پڑا اور میرزا کامراں زبردستی مجھے اپنے ساتھ لے گئے۔ میں نے دیکھا کہ فرمان

شاہی بھی یہی ہے اس لئے بھی لاچار ہو گئی ۔ حضرت بادشاہ کے پاس میں نے ایک عرضداشت بھیجی کہ مجھے جناب سے یہ توقع نہ تھی کہ آپ اس ناچیز کو اپنی خدمت سے جدا کر کے میرزا کامران کے حوالے کر دیں گے۔ اس عریضہ کے جواب میں آپ نے ایک خط اس مضمون کا ارسال فرمایا کہ میرا جی یہ نہیں چاہتا تھا کہ تجھے اپنے سے جدا کروں ۔ مگر جب میرزا نے اس قدر اصرار کیا اور منت سماجت کی تو مجبوراً تجھے ان کے سپرد کرنا پڑا۔ آج کل مشکل یہ ہے کہ ہمیں مہم درپیش ہے ۔ انشاءاللہ تعالیٰ جب ہم اس جنگ سے فارغ ہوں گے تو سب سے پہلے تجھے اپنے پاس بلالیں گے ۔

جب میرزا کامراں لاہور کی طرف روانہ ہوئے تو اکثر امراء اور سوداگر تاجر وغیرہ جنھیں اس کی استطاعت تھی اُنہوں نے بھی سفر کا سامان کیا اور اپنے اہل وعیال کو میرزا کی ہمراہی اور حفاظت میں لاہور لے گئے۔

جب ہم لاہور پہنچے تو سُنا کہ دریائے گنگا کے کنارے پر جنگ ہوئی اور دشاہی لشکر کو ہزیمت ہوئی ۔ بارے اتنا غنیمت ہے کہ حضرت بادشاہ اپنے بھائیوں اور عزیزوں سمیت اس شدید خطرہ سے صحیح سلامت نکل آئے۔

ہمارے اور عزیز جو آگرہ میں تھے وہ الور کے راستہ لاہور روانہ ہوئے اس نازک وقت میں حضرت بادشاہ نے میرزا ہندال سے کہا ۔ اس پہلی ملچل میں عقیقہ بی بی غائب ہو گئی تھیں اور بعد میں مجھے یہ بہت پشیمانی ہوئی کہ اس سے تو یہ بہتر تھا کہ میں خود انھیں قتل کر دیتا ۔ اب پھر یہی صورت حال ہے کہ عورتوں کو کسی حفاظت کی جگہ پہنچا دینا مشکل ہے ۔ میرزا ہندال نے جواب میں

کہا "یہ آپ بخوبی جانتے ہیں کہ ماں اور بہن کو قتل کرنا کیسا ہوتا ہے۔ جب تک میری جان میں جان ہے میں ان کی خدمت اور حفاظت کروں گا اور حق سبحانہٗ سے امیدوار ہوں کہ حضرت والدہ اور ہمشیرہ کے قدموں میں اپنی حقیر زندگی نثار کر دوں"۔

آخر حضرت بادشاہ اور میرزا عسکری اور یادگار ناصر میرزا اور بعض اور امراء جو میدان جنگ سے سلامت بچے تھے فتح پور کی طرف روانہ ہوئے۔ اور میرزا ہندال اپنی والدہ دلدار بیگم اور ہمشیرہ گل چہرہ بیگم اور افغانی آغہ چہ۔ گلنار آغہ چہ۔ نارگل آغہ چہ۔ اور بعض امراء کے اہل وعیال کو ساتھ لیکر روانہ ہوئے۔ راستے میں بہت سے گنواروں نے حملہ کیا۔ میرزا ہندال کے بعض سپاہیوں نے اپنے گھوڑے اُن کی طرف دوڑائے اور اُنھیں مار کر بھگا دیا۔ میرزا ہندال کا گھوڑا ایک تیر سے زخمی ہوا۔ غرض جنگ وجدل کے بعد بہت سے ضعیف آدمیوں اور عورتوں کو گنواروں کی قید سے نجات دلائی اور حضرت والدہ اور اپنی بہن اور بہت سے امراء کے اہل وعیال کو آگے روانہ کیا اور خود الور چلے گئے۔ اور وہاں سے چادر اور خیمہ وغیرہ بعض ضروری سامان لیکر چند دن بعد لاہور پہنچ گئے۔

لاہور میں حضرت بادشاہ نے خواجہ غازی کے باغ میں بی بی حاج تاج کے مقبرہ کے قریب قیام کیا۔ ان دنوں ہر روز شیر خاں کی خبریں سننے میں آتی تھیں۔ تین مہینے تک لاہور میں رہے اور آئے دن یہی خبر آتی تھی کہ شیر خاں اب دو کوس اور اب تین کوس اور آگے بڑھا ہے۔ آخر سنا کہ

سرہند پہنچ گیا ہے۔

حضرت بادشاہ کے پاس مظفر بیگ نامی ایک ترکمان امیر تھا۔ آپ نے اُسے قاضی عبداللہ کے ہمراہ شیر خاں کے پاس بھیجا اور کہلوایا کہ یہ کیا انصاف ہے۔ سارا ہندوستان میں نے تیرے لئے چھوڑ دیا ایک لاہور میرے پاس رہ گیا ہے۔ بس اب سرہند ہمارے اور تمہارے درمیان سرحد ہونی چاہئے۔

اس بے انصاف خدا نا ترس نے یہ بات قبول نہ کی اور کہا کہ میں نے کابل تمہارے لئے چھوڑ دیا ہے وہاں چلے جایئے۔

مظفر بیگ اُسی وقت واپس روانہ ہو گئے اور اپنے آگے ایک قاصد کو دوڑایا کہ جا کر حضرت بادشاہ سے کہو کہ بس اب لاہور سے روانہ ہو جائیں۔ یہ خبر پاتے ہی آپ چل کھڑے ہوئے۔ وہ دن بھی گویا قیامت کا دن تھا۔ لوگوں نے اپنے آراستہ مکان اور ساز و سامان کو خیرباد کہا ہاں نقدی جو کچھ پاس تھی وہ ساتھ لے گئے۔ اتنا شکر ہے کہ لاہور کے قریب دریائے راوی کو عبور کرنے کا موقع مل گیا۔ ایک پایاب جگہ سے سب لوگ پار ہوئے اور چند دن دریا کے دوسرے کنارے پر قیام کیا۔ یہاں شیر خاں کی طرف سے ایک ایلچی آیا۔ حضرت بادشاہ نے فیصلہ کیا کہ دوسرے دن صبح اس سے ملاقات کریں۔ میرزا کامراں نے یہ درخواست پیش کی کہ کل صبح جو مجلس ہو گی اور شیر خاں کا ایلچی حاضر ہو گا اس وقت اگر میں آپ کی مسند کے ایک کونے پہ بیٹھ جاؤں تاکہ مجھ میں اور میرے بھائیوں میں کچھ

اظہار ہو جائے تو یہ بات میرے لئے بہت سرافرازی کا باعث ہو گی۔

حمیدہ بانو بیگم کہتی ہیں کہ حضرت بادشاہ نے یہ رباعی لکھکر میرزا کامران کو بھجوا دی۔ مگر میں نے یہ سنا تھا کہ آپ نے جواباً شیر خاں کو اس کے ایلچی کے ہاتھ یہ رباعی بھجوائی تھی۔ وہ رباعی یہ ہے ؎

در آئینہ گرچہ خود نمائی باشد   پیوستہ ز خویشتن جدائی باشد

خود را بمثال غیر دیدن عجب است   این بوالعجبی کار خدائی باشد

شیر خاں کی طرف سے جو ایلچی آیا تھا وہ آپ کے حضور میں آکر آداب بجا لایا۔

آپ کی خاطر مبارک ملول ہو گئی۔ اسی مغمومی کی حالت میں آپ سو گئے۔ خواب میں دیکھا کہ آپ کے ایک عزیز آئے جو سر سے پاؤں تک سبز لباس پہنے ہوئے تھے اور اُن کے ہاتھ میں ایک عصا تھا۔ ان بزرگ نے آپ سے کہا جو انمرد ہو اور رنج نہ کرو۔ انہوں نے اپنا عصا حضرت بادشاہ کے ہاتھ میں دیا اور کہا خدا تعالےٰ تجھے ایک لڑکا دے گا۔ اس کا نام جلال الدین محمد اکبر رکھیو۔ حضرت بادشاہ نے پوچھا آپ کا اسم شریف کیا ہے فرمایا ژندہ پیل احمد جام اور کہا کہ وہ لڑکا میری نسل سے ہو گا۔

ان دنوں بی بی گونور کے ہاں بچہ ہونے والا تھا۔ سب کہتے تھے کہ لڑکا ہو گا۔ مگر جمادی الاول کے مہینہ میں دوست منشی کے باغ میں بی بی گونور کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی۔ اس کا نام بخشی بانو بیگم رکھا گیا۔

انہی دنوں میں میرزا حیدر کو حضرت بادشاہ نے کشمیر پہ قبضہ کرنے

کے لیے متعین کیا۔ اتنے میں خبر آئی کہ شیر خاں آ پہنچا۔ عجب اضطراب پھیل گیا اور یہ قرار پایا کہ دوسرے دن صبح سب لاہور سے روانہ ہو جائیں۔

جن دنوں حضرت بادشاہ اور آپ کے بھائی لاہور میں تھے تو ہر روز آپس میں صلاح مشورے ہوتے تھے مگر کسی ایک بات پر مطلق اتفاق نہ ہوا۔ آخر جب معلوم ہوا کہ شیر خاں قریب آ پہنچا ہے تو کوئی اور تدبیر بن نہ پڑی۔ ایک پہر دن تھا کہ سب چل کھڑے ہوئے۔ حضرت بادشاہ کشمیر جانے کا قصد رکھتے تھے جہاں آپ پہلے میرزا حیدر کاشغری کو روانہ کر چکے تھے۔ مگر اب تک وہاں سے کوئی خبر نہ آئی تھی۔ امرا نے یہ رائے ظاہر کی کہ اگر حضرت کشمیر جائیں اور بالفرض وہ ملک اب تک فتح نہ ہوا ہو اور شیر خاں اس اثنا میں لاہور پہنچ جائے تو اس صورت میں بہت دقت کا سامنا ہوگا۔

خواجہ کلاں بیگ سیالکوٹ میں تھا اور خدمت گزاری کی جانب مائل نظر آتا تھا۔ خواجہ کے ساتھی مویدبیگ نے حضرت بادشاہ کے پاس عرضداشت بھیجی کہ خواجہ آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا قصد رکھتا ہے مگر اسے میرزا کامراں کا بھی لحاظ ہے۔ اگر آپ فوراً یہاں آ جائیں تو خواجہ کی خدمات بہت اچھی طرح حاصل کی جا سکتی ہیں۔ یہ خبر سنتے ہی حضرت بادشاہ زرہ پہن کر اور ہتھیار باندھ کر خواجہ کی طرف روانہ ہو گئے اور اسے اپنے ساتھ لے آئے۔

حضرت بادشاہ نے فرمایا کہ اگر میرے بھائی اس بات سے اتفاق کریں تو یہ اچھا ہے کہ میں بدخشاں چلا جاؤں۔ اور کابل میرزا کامراں کے

پاس رہے۔ مگر میرزا کامراں اس پر بھی رضامند نہ ہوئے کہ حضرت بادشاہ کابل کے راستہ سے بدخشاں چلے جائیں اور کہنے لگے کہ اپنی زندگی میں حضرت فردوس مکانی نے کابل میری والدہ کو دیدیا تھا۔ آپ کا اس طرف جانا مناسب نہیں۔ حضرت بادشاہ نے فرمایا کہ "کابل کے بارہ میں تو حضرت فردوس مکانی اکثر یہ کہا کرتے تھے کہ کابل میں کسی کو بھی نہیں دوں گا اور میرے بچوں کو چاہیئے کہ وہ کابل کی ہوس نہ کریں۔ میرے سب بچے کابل میں پیدا ہوئے اور کابل میں مقیم ہونے کے بعد مجھے بہت سی کامیابیاں نصیب ہوئیں۔ آپ کی اس بات کا واقعہ نامہ فردوس مکانی میں کئی جگہ ذکر ہے۔ یہ خوب ہے کہ میں نے تو میرزا کامراں کو بھائی سمجھ کر اس سے اس قدر مہربانی اور انسانیت برتی اور وہ اب یہ باتیں کرتا ہے۔"

ہر چند حضرت بادشاہ نے میرزا کامراں کو اطمینان دلایا اور صلح کی کوشش کی مگر میرزا کی مخالفت اور بڑھتی گئی۔ جب آپ نے دیکھا کہ میرزا کے ساتھ بہت سی جمعیت ہے اور وہ ہرگز آپ کو کابل کی طرف نہیں جانے دیں گے تو اس کے سوا اور کوئی چارہ نظر نہ آیا کہ ملتان اور بھکر کا رُخ کریں۔ ملتان پہنچ کر آپ نے ایک دن قیام کیا۔ یہاں غلہ کافی مقدار میں مہیا نہ ہوا مگر کچھ تھوڑا سا جو قلعہ میں دستیاب ہوا اسے آپ نے اپنے ہمراہیوں میں تقسیم کر دیا اور پھر آگے چلے اور ایک ایسے دریا کے کنارے پہنچے کہ جو سات دریاؤں کا مجموعہ ہے۔ حیران کھڑے تھے کوئی کشتی نظر نہ آئی تھی اور آپ کے ساتھ بہت سا لاؤ لشکر تھا۔ اسی کشمکش و پیچ میں یہ سُنا کہ خواص خاں

اور شیر خاں کے چند اور امراء تعاقب میں آ رہے ہیں۔ اس علاقہ میں بخشو نامی ایک بلوچ تھا جس کے پاس کئی قلعے اور بہت سی کشتیاں تھیں۔ حضرت بادشاہ نے اپنے ایک آدمی کے ہاتھ علم اور نقارہ اور گھوڑا اور خلعت اس بلوچ کو بھجوائی اور کشتی اور غلہ طلب کیا۔ بخشو بلوچ نے قریباً ایک سو کشتیاں غلہ سے بھر کر حضرت بادشاہ کے پاس بھیج دیں۔ اس شائستہ خدمت سے آپ بہت خوش ہوئے۔ غلہ اپنے آدمیوں میں تقسیم کیا اور خیر و سلامتی سے دریا کو عبور کیا۔ خدا بخشو بلوچ کا بھلا کرے کہ اس اڑے وقت میں وہ ایسی مناسب خدمت بجا لایا۔

غرض کچھ اور مسافت طے کرنے کے بعد آپ بکھر پہنچے۔ بکھر کا قلعہ دریا کے بیچ میں واقع ہے اور بہت مستحکم ہے۔ اس قلعہ کے حاکم سلطان محمود نے دروازے بند کر لئے اور حضرت بادشاہ نے خیر و سلامتی سے قلعہ کے پہلو میں آکر قیام کیا۔ قلعہ کے نزدیک ایک باغ تھا جو شاہ حسین سمندر نے بنایا تھا۔

آخر آپ نے میر سمندر کو شاہ حسین کے پاس بھیجا اور کہوایا کہ ضرورتاً ہم تمہاری ولایت میں آئے ہیں۔ تمہارا ملک تمہیں کو مبارک ہو۔ ہم اس میں مداخلت کرنا نہیں چاہتے۔ ایک مرتبہ تم خود ہمارے پاس آؤ اور جو ضروری خدمت ہو وہ بجا لاؤ۔ ہم گجرات کا قصد رکھتے ہیں اور تمہارا علاقہ تمہارے لئے چھوڑتے ہیں۔ شاہ حسین کچھ کچھ بہانے بناتا رہا اور پانچ مہینے تک حضرت بادشاہ کو اپنے دریائی جزیرے میں ٹھہرائے رکھا۔ پھر ایک آدمی

کو آپ کے پاس بھیجا اور کہا کہ میں اپنی بیٹی کی شادی آپ سے کرنا چاہتا
ہوں۔ اس کا سامان تیار ہو جائے تو پھر اسے آپ کی خدمت میں روانہ
کروں گا اور خود بھی حاضر ہو جاؤں گا۔

حضرت بادشاہ نے اس کی بات کا یقین کر لیا اور تین مہینے انتظار
کیا۔ غلّہ کبھی ملتا تھا کبھی نہیں ملتا تھا اور لشکر کے آدمی اپنے گھوڑوں اور
اونٹوں کو ذبح کر کے کھا لیتے تھے۔ دوبارہ آپ نے شیخ عبدالغفور کو شاہ حسین
کے پاس بھیجا اور کہوایا آخر کب تک انتظار کراؤ گے؟ یہاں آنے میں
کیا بات مانع ہے اور اس توقف کا باعث کیا ہے؟ یہاں یہ حال ہو گیا
ہے کہ بات بات کی دقّت ہے اور آدمی ہمارا ساتھ چھوڑ کر بھاگے جا رہے
ہیں۔ اس نے جواب بھیجا کہ میری بیٹی تو میرزا کامراں سے منسوب ہے۔ یہ
ممکن نہیں کہ آپ مجھ سے ملیں اور میں خود بھی آپ کی خدمت میں حاضر نہیں ہو سکتا۔
اس اثنا میں ہندال میرزا نے دریا کو عبور کیا۔ بعض لوگوں نے کہا
کہ آپ قندھار جا رہے ہیں۔ حضرت بادشاہ نے یہ سنکر میرزا کے پیچھے چند
آدمی دوڑائے کہ جا کر پوچھیں کہ کیا واقعی قندھار کا قصد رکھتے ہیں۔ دریافت
کیا گیا تو میرزا نے کہا کہ یہ خبر غلط ہے۔ یہ جواب سنکر حضرت بادشاہ میری والدہ
سے ملنے کے لئے تشریف لائے۔

اس مجلس میں میرزا ہندال کے گھر کی عورتیں بھی حضرت بادشاہ کے
سلام کو آئیں۔ ان میں حمیدہ بانو بیگم کو دیکھکر آپ نے پوچھا "یہ کون ہے"
اوروں نے کہا میر بابا دوست کی بیٹی ہیں۔ خواجہ معظم آپ کے سامنے کھڑا

تھا۔ اسے دیکھکر آپ نے کہا تو یہ لڑکا ہمارے عزیزوں میں سے ہوا۔ اور
حمیدہ بانو بیگم کی طرف دیکھکر کہا اور ان سے بھی ہماری قرابت ہے۔

ان دنوں حمیدہ بیگم اکثر میرزا ہندال کے ہاں رہتی تھیں۔ دوسرے
دن حضرت بادشاہ دوبارہ میری والدہ دلدار بیگم سے ملنے آئے اور فرمایا
میر بابا دوست ہمارے عزیزوں میں سے ہیں۔ یہ بہت اچھا ہو اگر آپ ان کی
بیٹی کی شادی ہم سے کر دیں۔" یہ سنکر میرزا ہندال نے بہت سے عذر کئے اور
کہا کہ اس لڑکی کو میں اپنی بیٹی اور بہن سمجھتا ہوں۔ آپ بادشاہ ہیں ایسا
نہ ہو کہ آپ کی اس سے موافقت نہ ہو سکے اور اس سے آپ کو تکلیف ہو۔
اس پر حضرت بادشاہ خفا ہو گئے اور اٹھکر چلے گئے۔

اس کے بعد میری والدہ نے ایک خط لکھکر آپ کو بھیجا کہ لڑکی کی ماں
تو اس سے بھی زیادہ ناز نخرے کرتی ہیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ آپ میرزا ہندال
کی اتنی سی بات پر خفا ہو کر چلے گئے۔ حضرت بادشاہ نے جواب میں لکھا آپ
کی یہ حکایت مجھے بہت پسند آئی۔ وہ جو کچھ بھی ناز کریں ہمیں بسر و چشم منظور ہے
گزارے کی بابت جو لکھا ہے انشاءاللہ اسی طرح کیا جائیگا۔

میری والدہ جا کر حضرت بادشاہ کو لائیں۔ مجلس ہوئی اور اس کے بعد
آپ اپنی قیام گاہ میں واپس چلے گئے۔ ایک دن پھر آپ میری والدہ کے
پاس آئے اور کہا کسی کو ذرا بھیجیں کہ جا کر حمیدہ بانو بیگم کو بلا لائے۔ میری
والدہ نے کسی کو بھیجا مگر حمیدہ بانو بیگم نہ آئیں اور یہ کہلا بھیجا کہ اگر آداب کی
غرض ہے تو میں پہلے ہی اس دن آداب بجا لا چکی ہوں۔ اب دوبارہ کس

لئے آؤں۔ پھر حضرت بادشاہ نے سبحان قلی کو بھیجا کہ میرزا ہندال سے
جا کر کہو حمیدہ بیگم کو یہاں بھیج دیں۔ میرزا نے کہا ہر چند میں کہتا ہوں وہ نہیں
جاتی۔ تو خود کیوں نہیں جا کر کہتا۔ سبحان قلی نے خود جا کر کہا۔ بیگم نے جواب
دیا بادشاہوں سے ایک دفعہ ملاقات کرتے ہیں تو مضائقہ نہیں مگر دوسری
دفعہ ان سے ملنا گویا نامحرم سے ملنا ہے۔ اس لئے میں نہیں آتی۔ بیگم کا یہ
جواب سبحان قلی نے سنا اور آ کر بیان کیا حضرت بادشاہ نے فرمایا اگر نامحرم
ہیں تو ہم محرم بنالیں گے۔

غرض چالیس دن تک حمیدہ بانو بیگم کی طرف سے حیل وحجت رہی اور
وہ کسی طرح سے راضی نہ ہوتی تھیں۔ آخر میری والدہ دلدار بیگم نے ان
سے کہا کہ آخر کسی نہ کسی سے تو تم بیاہ کرو گی۔ پھر بادشاہ سے بہتر اور کون ہو سکتا
ہے؟ بیگم نے جواب دیا۔ ہاں میں کسی ایسے سے کروں گی کہ جس کے گریبان
تک میرا ہاتھ پہنچ سکے۔ نہ کہ ایسے آدمی سے کہ جس کے دامن تک بھی میں جانتی
ہوں کہ میرا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا۔ میری والدہ نے انھیں بہت سی نصیحتیں کیں
اور آخر انھیں راضی کر لیا۔

غرض چالیس دن کے بحث ومباحثہ کے بعد ماہ جمادی الاول ۹۴۸ھ
میں بمقام پاتر بروز دوشنبہ دوپہر کے وقت حضرت بادشاہ نے اصطرلاب
اپنے ہاتھ میں لیا اور نیک ساعت دیکھنے کے بعد میر ابو البقا کو بلا کر فرمایا کہ نکاح
پڑھا دو۔ مبلغ دو لاکھ کا مہر میر ابو البقا کے سپرد کیا۔ نکاح کے بعد تین دن
تک آپ پاتر میں رہے۔ اس کے بعد کشتی کے ذریعہ بکھر کی طرف روانہ ہوئے

ایک مہینہ بکھر میں رہے اور میر ابو البقا کو سلطان بکھری کے پاس بھیجا۔ وہاں جا کر میر ابو البقا بیمار ہو گئے اور رحمت حق سے پیوستہ ہوئے۔

حضرت بادشاہ نے میرزا ہندال کو قندھار رخصت کیا اور میرزا یادگار ناصر کو اپنی جگہ لری میں چھوڑا اور خود سیاواں کی طرف روانہ ہوئے۔ سیاواں سے ٹھٹھہ تک چھ سات دن کا راستہ ہے۔ سیاواں کا قلعہ بہت مستحکم ہے اور ان دنوں آپ کا خادم میر علیکہ اس قلعہ کا حاکم تھا۔ قلعہ میں کئی توپیں تھیں اور کسی کو نزدیک آنے کی مجال نہ تھی۔ مگر چند آدمی مورچہ بنا کر قلعہ کے قریب پہنچ گئے اور میر علیکہ سے نصیحتاً کہا کہ ایسے وقت میں نمک حرامی کرنا اچھا نہیں۔ میر علیکہ پر اس نصیحت کا کچھ اثر نہ ہوا۔ بادشاہی فوج نے نقب لگائی اور قلعہ کا ایک برج گرا دیا۔ مگر قلعہ پر قابض نہ ہو سکے۔ غلہ کمیاب ہو گیا اور بہت سے آدمی حضرت بادشاہ کا سات چھوڑ کر بھاگ گئے۔ آپ سات مہینے تک اس جگہ رہے۔ نمک حرام میرزا شاہ حسین بادشاہی آدمیوں کو پکڑ کر اپنے سپاہیوں کے حوالے کر دیتا تھا اور وہ انھیں لے جا کر سمندر میں پھینک دیتے تھے۔ اس طرح ایک دفعہ اس نے تیس چالیس آدمیوں کو ایک کشتی میں بٹھا کر سمندر میں ڈبو دیا۔ اندازاً اس نے کوئی دس ہزار بادشاہی آدمی سمندر میں غرق کئے۔

اس کے بعد جب حضرت بادشاہ کے ساتھی بہت کم رہ گئے تو شاہ حسین خود چند کشتیوں میں توپ اور تفنگ ساتھ لیکر ٹھٹھہ کی سمت سے آپ پر حملہ کرنے آیا۔ سیاواں کی آبادی دریا کے کنارے واقع ہے۔ جو کشتیاں رسد

وغیرہ لاتی تھیں انھیں میر علیکہ نے روک دیا اور کہلا بھیجا کہ آپ کی وفاداری کے خیال سے میں یہ کہتا ہوں کہ آپ فوراً یہاں سے روانہ ہو جائیں۔ کوئی اور راستہ آپ کو نظر نہ آیا۔ ناچار واپس بکھر کی طرف روانہ ہوئے۔

جب یہاں آئے تو معلوم ہوا کہ میرزا شاہ حسین نے پہلے ہی اپنا ایک آدمی میرزا یادگار ناصر کے پاس بھیج دیا ہے اور کہوایا ہے کہ اگر حضرت بادشاہ بکھر کا رُخ کریں تو ہرگز انھیں وہاں نہ آنے دینا بکھر تمہارا اپنا علاقہ ہے۔ میں تمہارے ساتھ ہوں اور اپنی بیٹی کا بیاہ تم سے کروں گا۔ میرزا یادگار ناصر اس کے کہنے میں آ گئے اور حضرت بادشاہ کو بکھر میں آنے سے روک دیا اور اس سوچ میں تھا کہ آپ سے کسی فریب سے پیش آؤں یا علانیہ جنگ کروں۔

آپ نے ایک آدمی سے کہوایا۔ بابا۔ ہم تمہیں اپنے بچوں کی طرح سمجھتے ہیں تمہیں یہاں اس لئے رکھا تھا کہ اگر ہم پر کوئی مصیبت آئی تو تم ہماری مدد کروگے معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے کسی نوکر نے تمہیں بہکا دیا ہے جو تم ہم سے یہ بے رخی برتتے ہو۔ یہ نمک حرام آدمی آخر میں تم سے بھی بیوفائی کریں گے۔ ہر چند حضرت بادشاہ نے نصیحت کی مگر اس پر کچھ اثر نہ ہوا۔ آخر آپ نے کہا اچھا ہم راجہ مالدیو کی طرف جاتے ہیں۔ یہ ولایت تمہیں مبارک ہو۔ مگر ہماری یہ بات اچھی طرح یاد رکھو کہ شاہ حسین تمہیں بھی یہاں نہیں رہنے دیگا۔

میرزا یادگار ناصر سے یہ بات کہکر آپ براہ جیسلمیر راجہ مال دیو کی طرف روانہ ہوئے۔ چند دن کے سفر کے بعد قلعہ دلاور پہنچ گئے۔ جو راجہ مال دیو کی سرحد پہ واقع تھا۔ دو دن یہاں قیام کیا مگر غلّہ اور چارہ دستیاب نہ ہو سکا۔

جیسلمیر کی طرف سے راجہ نے اپنے آدمیوں کو بھیجا اور انہوں نے آپ کا راستہ بند کر دیا۔ راجہ کے آدمیوں سے جنگ ہوئی۔ اس اثنا میں آپ چند آدمیوں کو ساتھ لیکر ایک اور راستے سے چلے گئے۔ اس جنگ میں بعض آدمی جو زخمی ہوئے اُن کے نام یہ ہیں: الوش بیگ یعنی شام خاں جلابیر کے بھائی۔ پیر محمد اختہ روشنگ توشکچی۔ اور بعض اور آدمی۔ آخر بادشاہی لشکر کو فتح ہوئی۔ اور یہ کفار بھاگ کر قلعہ میں چلے گئے۔ اس ایک دن میں حضرت بادشاہ نے ساٹھ کوس کا سفر کرنے کے بعد ایک تالاب کے کنارے قیام کیا۔ اس کے بعد آپ ساتلمیر پہنچے۔ یہاں کے لوگوں نے بھی آپ کو پریشان کیا اور اسی طرح لڑتے بھڑتے آپ ایک پرگنہ میں پہنچے جو پلودی کہلاتا تھا اور راجہ مال دیو کے علاقے میں شامل تھا۔ ان دنوں راجہ مال دیو جودھپور میں تھا۔ اس نے ایک زرہ اور ایک اونٹ اشرفیوں سے لاد کر آپ کی خدمت میں بھیجا۔ آپ کی بہت تسلی اور تشفی کی اور آپ کے آنے پر بہت خوشی کا اظہار کیا اور کہا کہ بیکانیر کا علاقہ میں آپ کو دیتا ہوں۔ حضرت بادشاہ مطمئن ہو گئے اور اتکہ خاں کو مال دیو کے پاس مزید حالات معلوم کرنے بھیجدیا۔

ملا سرخ کتابدار ہندوستان کی اس شکست اور ویرانی کے زمانے میں راجہ مال دیو کی ولایت میں جا کر ملازم ہو گئے تھے۔ انہوں نے حضرت بادشاہ کے پاس ایک عریضہ بھیجا کہ ہرگز ہرگز آپ آگے نہ بڑھیں بلکہ جہاں ہیں وہاں سے فوراً روانہ ہو جائیں کیونکہ مال دیو آپ کو قید کرنے کی فکر میں ہے۔ اسکی باتوں پر اعتبار نہ کریں۔ شیر خاں کا ایلچی اس کے پاس پہنچ گیا ہے اور شیر خاں نے

اسے لکھا ہے کہ جس طرح بھی ہوسکے آپ کو گرفتار کرے۔ اور اگر یہ کام سرانجام کیا تو ناگور اور الور اور جو جگہ تم چاہو میں تمھیں دیدوں گا۔ آنکہ خاں نے بھی آکر یہی رائے ظاہر کی ٹھہرنے کا وقت نہیں۔ عصر کی نماز کے وقت حضرت بادشاہ چل کھڑے ہوئے۔ جب آپ سوار ہو رہے تھے تو آپ کے آدمی دو جاسوسوں کو گرفتار کر کے لائے۔ آپ ان سے پوچھ گچھ کر رہے تھے۔ اتنے میں دفعتاً ان میں سے ایک نے اپنے ہاتھ چھڑائے اور محمود کرویاز کی کمر سے تلوار چھین کر پہلے اس پر وار کیا اور پھر باقی گوالیاری کو زخمی کیا۔ اسی طرح اس کے ساتھی نے بھی ایک اور آدمی کا خنجر چھین کر مقابلہ کیا۔ اور بعض آدمیوں کو زخمی کر دیا اور حضرت بادشاہ کی سواری کے گھوڑے کو بھی مار دیا۔ بالآخر بادشاہی آدمیوں نے بہت کشمکش کے بعد ان دونوں کو قتل کیا۔

اس اثنا میں شور مچا کہ مال دیو آگیا۔ حضرت بادشاہ کے پاس حمیدہ بانو بیگم کی سواری کے لئے کوئی موزوں گھوڑا نہ تھا۔ آپ نے ان کے لئے تردی بیگ سے گھوڑا مانگا۔ غالباً تردی بیگ نے اپنا گھوڑا دینا پسند نہیں کیا۔ آپ نے کہا میرے لئے جواہر آفتابچی کا اونٹ تیار کر دیا جائے۔ میں اس اونٹ پر سوار ہو جاؤں گا اور بیگم میرے گھوڑے پر سوار ہو جائیں گی۔ معلوم ہوتا ہے کہ جب ندیم بیگ نے یہ سنا کہ حضرت بادشاہ نے اپنا گھوڑا بیگم کی سواری کے لئے تجویز کیا ہے اور خود اونٹ پر سوار ہونے کا خیال فرما رہے ہیں تو اس نے اپنی والدہ کو اونٹ پر سوار کر دیا اور اُن کا گھوڑا حضرت بادشاہ کو پیش کر دیا۔ آپ سوار ہو کر امرکوٹ کی طرف روانہ ہوئے اور اس علاقہ کا ایک آدمی راستہ بتلانے کے لئے

ساتھ لے لیا۔

ہوا بہت گرم تھی اور گھوڑے اور چوپائے زانو تک ریت میں دھنس جاتے تھے۔ پیچھے پیچھے مال دیو کا لشکر چلا آرہا تھا اور اب نزدیک آپہنچا تھا ذرا سی دیر ٹھہر کر پھر بھوکے پیاسے چل کھڑے ہوتے تھے۔ زیادہ تر مرد اور عورتیں پیدل چل رہی تھیں۔ جب مال دیو کا لشکر بہت قریب آگیا تو حضرت بادشاہ نے تیمور سلطان۔ منعم خاں اور بعض اور آدمیوں کو کہا کہ تم لوگ آہستہ آہستہ آؤ اور غنیم پر نگاہ رکھو۔ اس طرح ہم چند کوس آگے نکل جائیں گے۔ چنانچہ یہ لوگ پیچھے رہ گئے اور جب رات ہوئی تو راستہ بھول گئے حضرت بادشاہ تمام رات سفر کرتے رہے۔ جب صبح ہوئی تو تین دن ہو گئے تھے کہ گھوڑوں کو پانی تک نہیں ملا تھا۔ اب ایک جگہ پانی دستیاب ہوا تو حضرت بادشاہ سواری سے اتر پڑے۔ مگر آپ ابھی اترے ہی تھے کہ ایک شخص دوڑا ہوا آیا اور آکر کہا کہ بہت سے ہندو آرہے ہیں جو گھوڑوں اور اونٹوں پر سوار ہیں۔

حضرت بادشاہ نے شیخ علی بیگ۔ روشن کوکہ۔ ندیم کوکہ اور میر ولی کے بھائی میر پابندہ محمد کو بعض اور آدمیوں کے ساتھ فاتحہ پڑھ کر رخصت کیا اور کہا کہ جاؤ کافروں سے جنگ کرو۔ آپ کو یقین ہو گیا تھا کہ تیمور سلطان اور منعم خاں اور میرزا یادگار جو اس جماعت کے ساتھ تھے جسے آپ پیچھے چھوڑ آئے تھے یا تو قتل ہو گئے ہوں گے یا کفار کی قید میں ہوں گے اور کافروں کی یہ جماعت اب ان سے بھگتنے کے بعد ہمارے سر پر آرہی ہے۔ آپ خود بھی سوار ہو گئے

اور چند آدمیوں کو ساتھ لیکر لشکرگاہ کو چھوڑ کر آگے روانہ ہو گئے۔ جن آدمیوں
کو آپ نے فاتحہ پڑھنے کے بعد جنگ کرنے کے لیے روانہ کیا تھا ان میں سے
شیخ علی بیگ نے راجپوتوں کے سردار کو تیر مار کر گھوڑے سے گرا دیا۔ اور بعض
اور آدمیوں نے بعض اور کافروں کو تیر کا نشانہ بنایا۔ کافر بھاگ کر بچ گئے
اور بادشاہی آدمیوں کی فتح ہوئی اور وہ غنیم کے کچھ آدمیوں کو قید کر کے بھی
لے آئے۔ اس اثنا میں بادشاہی لشکر آہستہ آہستہ سفر کر رہا تھا مگر حضرت
بادشاہ دور نکل گئے تھے۔ یہ لوگ فتح حاصل کرنے کے بعد آکر باقی لشکر
کے ساتھ شامل ہو گئے اور بہبود نامی ایک چوبدار کو حضرت بادشاہ کے پیچھے
دوڑایا کہ جا کر کہدے کہ اب آہستگی سے سفر کریں کیونکہ عنایت الٰہی سے غنیم
پر فتح حاصل ہو گئی ہے اور کافر بھاگ گئے ہیں۔ بہبود چوبدار دوڑا ہوا حضرت بادشاہ
کے پاس پہنچا اور یہ خوشخبری دی۔ چنانچہ آپ سواری سے اتر پڑے اور حسن اتفاق
سے تھوڑا سا پانی بھی دستیاب ہو گیا۔ مگر امرا کے بارے میں آپ کو تشویش تھی
کہ معلوم نہیں کہ انھیں کیا پیش آیا۔ اتنے میں دور سے چند سوار آتے دکھائی دیے
اور دوبارہ یہ شور مچا کہ کہیں مال دیو تو نہیں آ پہنچا۔ آپ نے ایک آدمی کو بھیجا
کہ جا کر خبر لائے۔ وہ دوڑتا ہوا آیا اور آکر کہا کہ تیمور سلطان۔ میرزا یادگار اور
منعم خاں صحیح سلامت آ رہے ہیں۔ یہ لوگ راستہ بھول گئے تھے۔ ان کے
آ جانے سے آپ بہت خوش ہوئے اور خدا کا شکر بجا لائے۔

صبح کے وقت پھر روانہ ہوئے۔ تین دن اور پانی نہ ملا۔ تین دن
بعد چند کنوئیں نظر آئے۔ یہ کنوئیں بہت گہرے تھے اور ان کا پانی بہت

سرخ رنگ کا تھا۔ یہاں آپ نے قیام کیا۔ آپ ایک کنوئیں کے قریب اُترے
تردی بیگ خاں دوسرے کنوئیں کے قریب۔ اور میرزا یادگار منعم خاں
اور ندیم کوکہ ایک اور کے قریب۔ اور ایشان تیمور سلطان۔ خواجہ غازی اور
روشن کوکہ نے چوتھے کوئیں پر ڈیرہ جمایا۔

جب کسی کنوئیں میں سے ڈول اوپر آتا تھا تو آدمی اس پر پل پڑتے تھے
ایک رسّی ٹوٹ گئی اور پانچ چھ آدمی ڈول کے ساتھ کنوئیں میں جا پڑے
بہت سے آدمی تو پیاس سے مر گئے تھے اور کچھ اس طرح ہلاک ہوئے۔ جب حضرت
بادشاہ نے دیکھا کہ لوگ پیاس کے مارے کنوئیں میں گرے پڑتے ہیں تو آپ
نے اپنے خاص مشکیزے سے سب آدمیوں کو پانی پلایا اور سب کی پیاس بجھا کر
ظہر کی نماز کے وقت روانہ ہوئے۔ ایک دن ایک رات برابر سفر کرنے کے
بعد ایک سرائے میں پہنچے۔ جہاں ایک بڑا سا تالاب تھا۔ اونٹ اور گھوڑے
اس تالاب میں اُتر گئے اور اتنا پانی پیا کہ ان میں سے بہت سے ہلاک ہو گئے
گھوڑوں کی اب بہت کم تعداد تھی۔ اونٹ اور خچر باقی رہ گئے تھے۔ اس
کے بعد ہر روز پانی دستیاب ہوتا رہا یہاں تک کہ امرکوٹ پہنچ گئے۔ امرکوٹ
بہت اچھی جگہ ہے اور اس میں بہت سے تالاب ہیں۔ یہاں کا رانا حضرت
بادشاہ کے استقبال کو آیا اور آپ کو اپنے قلعہ کے اندر لیجا کر بہت اچھا
مکان رہنے کے لئے دیا اور آپ کے امرا اور آدمیوں کو قلعہ کے باہر جگہ دی
اکثر چیزیں یہاں بہت سستی تھیں۔ ایک روپیہ میں چار بکرے آجاتے
تھے۔ رانا نے حضرت بادشاہ کی خدمت میں بہت سے تحفے بھجوائے اور ایسی

شائستہ خدمات بجا لایا کہ کس زبان سے بیان کی جائیں۔ غرض کچھ دن یہاں خوب عیش و آرام سے گزارے۔

بادشاہی خزانہ ختم ہو گیا تھا۔ مگر تردی بیگ کے پاس بہت سا روپیہ موجود تھا۔ حضرت بادشاہ نے بطور قرض اس سے کچھ رقم طلب کی۔ اس نے اسی ہزار اشرفیاں بحساب دس میں دو یعنی بیس فی صدی سود پر دیں۔ آپ نے حصہ رسد انہیں سب لشکر میں تقسیم کر دیا۔ اور آپ نے کمر خنجر اور سر پا رانا اور اس کے بیٹوں کو عنایت کئے۔ بعض آدمیوں نے نئے گھوڑے خرید لئے۔

رانا امرکوٹ کے باپ کو میرزا شاہ حسین نے قتل کر دیا تھا۔ کچھ اس وجہ سے بھی رانا نے اپنے دو تین ہزار جرار سوار حضرت بادشاہ کی مدد کے لئے ساتھ کر دیے۔ ان کے ساتھ آپ نے بھکر کا رخ کیا۔ مگر اپنے گھربار کے بہت سے آدمیوں کو امرکوٹ میں رہنے دیا اور خواجہ معظم کو بھی وہیں چھوڑ گئے تاکہ وہ حمیدہ بانو بیگم کی خبر گیری رکھیں۔ ان کے ہاں بچہ ہونے والا تھا۔ آپ کے جانے کے تین دن کے بعد بتاریخ چہارم ماہ رجب المرجب ۹۴۹ھ بوقت صبح بروز یک شنبہ حضرت بادشاہ عالم پناہ عالمگیر جلال الدین محمد اکبر بادشاہ غازی تولد ہوئے۔ آپ کی پیدائش کے وقت قمر برج اسد میں تھا۔ پیدائش کا برج ثابت میں ہونا بہت اچھا ہوتا ہے۔ منجموں نے کہا کہ جو بچہ اس ساعت میں پیدا ہوتا ہے وہ بہت صاحب اقبال ہوتا ہے اور بڑی عمر پاتا ہے۔

حضرت بادشاہ پندرہ کوس طے کر چکے تھے کہ تردی محمد خاں نے یہ خوشخبری آکر سنائی۔ آپ بہت ہی خوش ہوئے اور ایسی اچھی اور مبارک خبر

لانے کے صلہ میں تردی محمد خاں کی پہلی خطائیں معاف کر دیں۔

آپ نے لاہور میں جو خواب دیکھا تھا اس کے مطابق بچہ کا نام جلال الدین محمد اکبر رکھا۔ پھر آپ بھکر کی طرف روانہ ہوئے۔ رانا کے آدمی اور اطراف وجوانب کے لوگ اور سودمہ اور سہینچہ کو ملا کر قریباً دس ہزار کا لشکر آپ کے ساتھ تھا۔ پرگنہ جون میں پہنچے جہاں شاہ حسین میرزا کا ایک قسیں کچھ سواروں کے ساتھ موجود تھا مگر وہ آپ کے آتے ہی بھاگ گیا۔ اس جگہ باغ آئینہ تھا جو بہت خوشنما اور خوشگوار تھا۔ اس باغ میں آپ نے قیام کیا اور آس پاس کے علاقہ میں اپنے آدمیوں کو جاگیریں عطا کیں۔ جون سے ٹھٹھ تک چھ دن کا راستہ ہے۔ چھ مہینے تک حضرت بادشاہ جون میں رہے اور وہیں آپ نے اپنے اہل وعیال اور سب آدمیوں کے متعلقین کو بلا لیا۔ اس وقت جلال الدین اکبرؒ بادشاہ کی عمر چھ مہینے کی تھی۔

حضرت بادشاہ کے اہل وعیال کے ساتھ جو محافظ جماعت آئی تھی وہ اب منتشر ہوگئی۔ اور رانا امرکوٹ بھی آدھی رات کے وقت اپنے علاقہ کی طرف روانہ ہوگیا جس کا سبب یہ تھا کہ تردی بیگ اور رانا کی آپس میں کچھ رنجش ہوگئی تھی۔ سودمہ اور سہینچہ کی جماعت نے بھی رانا کا ساتھ دیا اور واپس چلی گئی۔ اور حضرت بادشاہ اپنے آدمیوں کے ساتھ اکیلے رہ گئے۔

شیخ علی بیگ جو بہت جری آدمی تھے انھیں حضرت بادشاہ نے مظفر بیگ ترکمان کے ہمراہ جاجکا کے وسیع پرگنہ کی طرف بھیجا۔ میرزا حسین نے اپنے آدمیوں کو ان کے مقابلے کے لئے روانہ کیا اور ان دو لشکروں میں

بہت سخت جنگ ہوئی۔ مظفر بیگ کو شکست ہوئی اور وہ جان بچا کر بھاگ گیا اور شیخ علی بیگ اپنے سب آدمیوں کے ساتھ قتل ہو گئے۔

خالد بیگ اور شاہم خاں جلائر کے بھائی نوش بیگ کی آپس میں کچھ تو تو میں میں ہوئی۔ حضرت بادشاہ نے سب باتوں میں نوش بیگ کی حمایت کی اس لئے خالد بیگ اپنے آدمیوں کو لیکر میرزا شاہ حسین کے پاس چلا گیا حضرت بادشاہ نے اس کی والدہ کو جن کا نام سلطانم تھا قید کر دیا۔ اس لئے گلرگ بیگم ناراض ہو گئیں۔ آخر آپ نے سلطانم کا قصور معاف کر دیا اور انھیں گلرگ بیگم کے ساتھ مکہ معظمہ جانے کی اجازت دیدی۔ چند دن کے بعد نوش بیگ بھی بھاگ گیا۔ حضرت بادشاہ نے اس پر لعنت بھیج کر کہا کہ ہم نے اس کی خاطر سے خالد بیگ کے حق میں درشتی برتی تھی اور اب اس نے بھی وفاداری چھوڑ کر غداری اختیار کر لی۔ دیکھنا جوانا مرگ ہوگا۔ اور آخر یہی ہوا۔ فرار ہونے کے پندرہ دن بعد ہی جب وہ اپنی کشتی میں غافل سو رہا تھا تو اسی کے غلام نے چھرا مار کر اسے ہلاک کر دیا۔ جب حضرت بادشاہ نے یہ خبر سُنی تو آپ بہت رنجیدہ اور متفکر ہو گئے۔ شاہ حسین میرزا اپنی کشتیاں جون کے نزدیک لے آیا تھا۔ اور اس کے اور بادشاہی آدمیوں کے درمیان کبھی کشتیوں میں اور کبھی خشکی میں جنگ ہوتی رہتی تھی اور ہر دفعہ طرفین کے کچھ آدمی مارے جاتے تھے۔ ملّا تاج الدین جنھیں حضرت بادشاہ ذی علم کہتے تھے اور جن سے آپ بہت مہربانی سے پیش آتے تھے وہ بیچارے بھی ایک جنگ میں شہید ہوئے۔

تردی محمد خاں اور منعم خاں میں بھی جھگڑا ہوا اور منعم خاں بھی بھاگ گیا۔ اب صرف چند امرا آپ کے ساتھ رہ گئے تھے۔ جن میں تردی محمد خاں۔ میرزا یادگار۔ میرزا پاینده محمد۔ محمد وحی ندیم کوکہ۔ روشن کوکہ۔ خدنگ ایشاک آغاچی اور بعض اور آدمی شامل تھے اس اثناء میں خبر آئی کہ بیرم خاں گجرات سے آرہا ہے اور رچاچکا کے پرگنہ میں پہنچ گیا ہے۔ اس سے حضرت بادشاہ بہت خوش ہوئے اور خدنگ ایشک آغاچی کو کچھ آدمیوں کے ساتھ بیرم خاں کے استقبال کے لئے روانہ کیا۔

شاہ حسین نے بھی بیرم خاں کی آمد کی خبر سُنی اور اپنے آدمی اس غرض سے بھیجے کہ وہ بیرم خاں کو گرفتار کریں۔ جب وہ ایک جگہ بے خبر بیٹھے تھے توان آدمیوں نے آکر اُن پر حملہ کیا۔ خدنگ ایشک آغا آغاچی اس لڑائی میں قتل ہوئے مگر بیرم خاں اور ان کے چند ساتھی بچ کر نکل آئے اور حضرت کی خدمت میں آکر مشرف ہوئے۔

قندھار سے قراچہ خاں نے حضرت بادشاہ اور میرزا ہندال کو خط لکھے جن کا مضمون یہ تھا کہ مدت سے آپ بھکر کے نواح میں مقیم ہیں اور اس عرصہ میں شاہ حسین کی جانب سے کوئی حُسن سلوک ظاہر نہیں ہوا بلکہ وہ ہمیشہ بُرائی سے پیش آتا رہا ہے۔ مگر انشاء اللہ اب سب مشکلات دور ہو جائیں گی۔ اگر حضرت بادشاہ بخیر و سلامتی یہاں آجائیں تو بہت اچھا ہے اور مصلحت اسی میں ہے۔ اگر حضرت بادشاہ نہ آئیں تو میرزا ہندال

ضرور آجائیں۔ چونکہ حضرت بادشاہ نے جانے میں دیر کی اس لئے قراچہ خاں
نے میرزا ہندال کا استقبال کیا اور قندھار ان کے حوالہ کر دیا۔ میرزا عسکری
غزنی میں تھے۔ میرزا کامران نے اُنھیں لکھا کہ قراچہ خاں نے قندھار
میرزا ہندال کو دیدیا ہے اس لئے اب وہاں کی فکر کرنا چاہیے۔ میرزا
کامران یہ چاہتے تھے کہ قندھار میرزا ہندال سے چھین لیں۔

حضرت بادشاہ کو جب ان حالات کی خبر پہنچی تو آپ اپنی پھوپھی خانزادہ بیگم
کے پاس تشریف لائے اور بہت اصرار سے کہا کہ براہ عنایت آپ قندھار جائیں
اور میرزا ہندال اور میرزا کامران کو یہ سمجھائیں کہ ازبک اور ترکمان تمہارے
قریب آ پہنچے ہیں۔ اس نازک وقت میں آپس میں اتفاق رکھنا اچھا ہے
ہم نے جو باتیں لکھی ہیں اگر میرزا کامران اُنھیں منظور کریں اور ان کے مطابق
عمل کریں تو جو کچھ وہ کہیں ہم بھی اس کے مطابق کریں گے۔

حضرت خانزادہ بیگم کے قندھار پہنچنے کے چار دن بعد میرزا کامران
بھی وہاں پہنچ گئے اور ہر روز اصرار کرتے تھے کہ میرے نام کا خطبہ پڑھا
جائے۔ میرزا ہندال کہتے تھے کہ خطبہ میں تبدیلی کرنے کی کیا ضرورت
ہے۔ حضرت فردوس مکانی نے اپنی زندگی میں بادشاہی ہمایوں بادشاہ
کو دی تھی اور اُن کو اپنا ولیعہد بنایا اور ہم سب نے اس سے اتفاق کیا
اور اب تک ہمایوں بادشاہ کے نام کا خطبہ پڑھتے رہے ہیں۔ اب اس
میں تغیر کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ میرزا کامران نے حضرت والدہ بیگم کو لکھا
کہ ہم کابل سے آپ کے خیال سے آئے ہیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ آپ

ایک دفعہ بھی ہم سے ملنے نہیں آئیں۔ جس طرح آپ ہندال کی والدہ ہیں اسی طرح ہماری بھی ہیں۔ آخر دلدار بیگم میرزا کامران سے ملنے گئیں۔ میرزا کامران نے کہا اب جب تک آپ میرزا ہندال کو یہاں نہ بلائیں میں آپ کو جانے نہیں دوں گا۔ دلدار بیگم نے کہا کہ خانزادہ بیگم تم سب کی ولی نعمت ہیں اور سب کی بزرگ اور بڑی بوڑھی ہیں۔ خطبہ کی حقیقت ان سے دریافت کرو۔ میرزا کامران نے آکر خانزادہ بیگم سے پوچھا۔ انہوں نے جواب دیا اگر مجھ سے پوچھتے ہو تو سچی بات یہ ہے کہ جس طرح حضرت فردوس مکانی نے فیصلہ کیا اور اپنی سلطنت ہمایوں بادشاہ کو دی اور جس طرح تم سب اب تک ہمایوں بادشاہ کے نام کا خطبہ پڑھتے رہے اب بھی اسی طرح انھیں اپنا بڑا سمجھ کر اُن کے فرمانبردار رہو۔ غرض چار مہینے تک میرزا کامران قندھار کا محاصرہ کئے رہے اور اپنے نام کا خطبہ پڑھوانے پر اصرار کرتے رہے۔ آخر یہ فیصلہ کیا کہ اچھا حضرت بادشاہ چونکہ آج کل بہت دور ہیں اس لئے فی الحال میرے نام کا خطبہ پڑھو۔ جب وہ آجائیں گے تو اُن کے نام کا پڑھ دینا۔ محاصرہ نے بہت طول کھینچا تھا اور لوگ تنگ آگئے تھے اس لئے مجبوراً میرزا کامران کا خطبہ منظور کر لیا گیا۔

میرزا کامران نے قندھار میرزا عسکری کو دیا۔ اور میرزا ہندال سے غزنی کا وعدہ کیا۔ مگر جب وہ غزنی پہنچے تو صرف ملحقات اور پہاڑی درے ان کو دیدئے۔ اور اپنے وعدہ کے خلاف کیا۔ میرزا ہندال بددل ہوکر بدخشاں کی طرف چلے گئے اور خوست اور اندراب میں سکونت اختیار

کرلی۔ میرزا کامراں نے دلدار بیگم سے کہا کہ آپ جا کر انھیں منا لائیں۔ جب دلدار بیگم گئیں تو میرزا ہندال نے ان سے کہا میں نے اپنے تئیں سپہگری کے جھمیلوں سے چھڑا لیا ہے۔ خوست بھی ایک جگہ ہے۔ میں یہاں گوشہ نشین ہو گیا ہوں۔ بیگم نے کہا کہ اگر درویشی اور گوشہ نشینی چاہتے ہو تو کابل بھی ایک گوشہ ہے وہاں اپنے بال بچوں کے ساتھ رہو گے۔ یہ بہتر ہے۔ غرض بہت دقت سے بیگم میرزا کو اپنے ساتھ لے آئیں اور کابل میں آپ مدت تک درویشانہ رنگ میں رہے۔

ان دنوں میرزا شاہ حسین نے حضرت بادشاہ کو یہ پیغام بھیجا کہ آپ کے لئے بہتر یہی ہے کہ آپ قندھار چلے جائیں۔ یہ آپ کے لئے بہت مفید ہے۔ حضرت بادشاہ نے یہ تجویز منظور کرلی۔ مگر لکھا کہ ہمارے لشکر کے پاس گھوڑے اور اونٹ بہت کم رہ گئے ہیں۔ تم گھوڑے اور اونٹ ہمارے لئے مہیا کر دو تاکہ ہم قندھار چلے جائیں۔ شاہ حسین میرزا نے یہ بات منظور کرلی اور کہا کہ جب آپ دریا کے دوسرے کنارے پر پہنچ جائیں گے تو ایک ہزار اونٹ جو اس طرف موجود ہیں آپ کے پاس بھجوا دونگا۔

اس کتاب میں بھکر اور سندھ کے سفر کی اکثر باتیں جو خواجہ غازی کے رشتہ دار خواجہ کیپک کی زبانی سنی گئی ہیں انھیں خواجہ کیپک کی تحریروں سے یہاں نقل کیا گیا ہے۔ غرض حضرت بادشاہ اپنے اہل وعیال اور لشکر وغیرہ کو ساتھ لیکر کشتیوں میں سوار ہو گئے اور تین دن تک دریا میں سفر کرتے رہے۔ میرزا شاہ حسین کے ملک کی سرحد سے گزر کر ایک موضع میں

قیام کیا جس کا نام نواسی تھا۔ یہاں آکر آپ نے سلطان قلی ساربان باشی کو بھیجا کہ جا کر اونٹ لے آئے۔ سلطان قلی ایک ہزار اونٹ لے آیا اور آپ نے انھیں اپنے امرا اور سپاہیوں وغیرہ میں تقسیم کر دیا۔ یہ اونٹ کچھ ایسے تھے کہ گویا سات پشت چھوڑ ستر پشت سے انھوں نے نہ تو کوئی آدمیوں کی آبادی دیکھی تھی اور نہ کبھی ان کا کسی بوجھل چیز سے سابقہ ہوا تھا۔ لشکر میں گھوڑوں کی بہت کمی تھی اس لئے اکثر آدمیوں نے اپنی سواری کے لئے اونٹ تجویز کئے تھے اور جو اونٹ باقی تھے انھیں اسباب وغیرہ اٹھانے کے لئے رکھا تھا۔ مگر جب کوئی آدمی اونٹ کی پیٹھ پر سوار ہوتا تھا تو فوراً وہ اونٹ اپنے سوار کو زمین پر گرا کر جنگل کی راہ لیتا۔ اور جو اونٹ اسباب کے لئے تھے وہ جب گھوڑوں کے سُم کی آواز سنتے تھے تو فوراً اپنا بوجھ زمین پر پھینک دیتے تھے اور بھاگ کر جنگل میں غائب ہو جاتے تھے۔ اور جو کسی اونٹ پر اسباب اس مضبوطی سے باندھا گیا تھا کہ باوجود کود پھاند کے اس بوجھ سے اس کا چھٹکارا نہیں ہوتا تھا تو وہ عقلمند جانور اسباب سمیت ہی جنگل کی سمت میں راہِ فرار اختیار کرتا۔ غرض اس طرح قندھار کی طرف روانگی میں قریباً دو سو اونٹ بھاگ گئے۔ سیبی کے قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ شاہ حسین کا ملازم محمود ساربان باشی یہاں موجود ہے۔ اس نے قلعہ کا استحکام کیا اور قلعہ بند ہو کر بیٹھ گیا۔ اتنے میں خبر آئی کہ میر اللہ دوست اور بابا جوک دو دن ہوئے کہ کابل سے سیبی پہنچے ہیں اور شاہ حسین کے پاس جا رہے ہیں۔ میرزا کامراں نے ان کے ہاتھ شاہ حسین

کے لئے تپوچاق گھوڑے اور بہت سے پھل بھیجے ہیں اور کہا ہے کہ اپنی
کی شادی مجھ سے کردو۔

حضرت بادشاہ نے خواجہ غازی سے کہا چونکہ تیرے اور اللہ دوست
کے درمیان باپ بیٹے کی نسبت ہے اس لئے تو اللہ دوست کو خط لکھکر
معلوم کر کہ میرزا کامران ہم سے کس طرح پیش آئے گا اور اگر ہم قندھار
پہنچے تو وہ ہم سے کیا سلوک کرے گا۔ اور خواجہ کیپک سے آپ نے فر
کہ سیبی جاکر میر اللہ دوست سے کہو کہ اگر وہ یہاں آکر ہم سے ملے تو بہت
اچھا ہے۔ خواجہ کیپک سیبی کی طرف روانہ ہو گئے اور آپ نے فرمایا
کہ ہم تیرے واپس آنے تک یہیں ٹھیریں گے۔ جب خواجہ کیپک سیبی کے
نزدیک پہنچے تو محمود ساربان باسٹی نے انھیں روک کر پوچھا کہ تم یہاں کس
غرض سے آئے ہو انہوں نے جواب دیا گھوڑے اور اونٹ خریدنے آئے
ہیں۔ محمود ساربان نے اپنے آدمیوں سے کہا ان کی بغلیں ٹٹولو اور
ٹوپیاں دیکھو کہیں اللہ دوست اور بابا جوجوک کو اپنے ساتھ ملانے کے
لئے بادشاہ کا کوئی خط لیکر تو نہیں آئے۔

جب تلاشی ہوئی تو خواجہ کی بغل سے خط نکلا۔ اتنی مہلت نہ ملی کہ
خط کو کسی جگہ پھینک دیتے۔ محمود نے خط لیکر پڑھا۔ اور خواجہ کو اپنے
آدمیوں کے سپرد کرکے اللہ دوست اور بابا جوجوک کو اسی وقت قلعہ
کے اندر لے گیا اور ان پر کئی طرح کی سختیاں کیں۔ وہ قسم کھاتے تھے
کہ ہمیں خواجہ کیپک کے آنے کی خبر نہیں تھی۔ وہ مجھ سے سبق لیا کرتا تھا اور

خواجہ غازی کا ہم سے تعلق ہے اور وہ کامراں میرزا کے پاس رہ چکا ہے اس جان پہچان کی وجہ سے اس نے ہمیں خط لکھا ہے۔ محمود نے یہ فیصلہ کیا کہ کیپک اور کچھ اور آدمیوں کو شاہ حسین کے پاس بھجوا دے۔ میر اللہ دوست اور بابا جوجوک ساری رات محمود کے پاس رہے اور بہت خوشامد درآمد کے بعد خواجہ کیپک کو قید سے رہائی دلائی اور تین سو اناراور سو عدد بہی میر اللہ دوست نے حضرت بادشاہ کے لئے بھیجے۔ خط اس خوف سے نہ لکھا کہ کہیں کسی کے ہاتھ پڑ جائے گا مگر زبانی یہ کہلا بھیجا کہ اگر میرزا عسکری یا امرا میں سے کسی کا خط آگیا ہو تو اس صورت میں کابل کی طرف جانے میں مضائقہ نہیں۔ اور اگر یہ بات نہیں تو وہاں جانے میں کچھ مصلحت نظر نہیں آتی۔ کیونکہ حضرت بادشاہ جانتے ہیں کہ ان کے پاس آدمی بہت کم ہیں اور وہاں جا کر آخر کیا ہوگا۔ کیپک نے آکر یہ باتیں حضرت بادشاہ سے عرض کر دیں۔

حضرت بادشاہ حیران اور فکرمند تھے کہ کیا کریں اور کہاں جائیں آپ نے امرا سے مشورہ کیا۔ نزدی محمد خاں اور بیرم خاں نے یہ رائے دی کہ سوائے شال اور شال مستان کے جو قندھار کی سرحد ہے کسی اور جگہ کا قصد کرنا ممکن نہیں۔ کیونکہ شمال کی طرف شال مستان کے علاقہ میں بہت سے افغان آباد ہیں انھیں ہم اپنے ساتھ ملالیں گے۔ اور میرزا عسکری کے امرا اور ملازم بھی بھاگ کر ہم سے آملیں گے۔ غرض متفق طور پہ یہ فیصلہ کرنے کے بعد سب نے فاتحہ پڑھی اور منزلیں طے کرتے ہوئے قندھار

کی طرف روانہ ہوئے۔ شال متان کے قریب پہنچکر موضع دلی میں قیام کیا۔ برف اور مینہ برسنے کی وجہ سے ہوا بہت ہی سرد تھی۔ قرار یہ پایا تھا کہ یہاں سے شال متان جائیں گے۔ عصر کی نماز کا وقت تھا کہ ایک ازبک جوان جو ٹٹو پر سوار تھا کیمپ کے قریب پہنچا اور چلاکر کہا کہ حضرت بادشاہ سوار ہو جائیں۔ راستے میں کچھ عرض کروں گا۔ وقت تنگ ہے اور بات کرنے کی مہلت نہیں۔ حضرت بادشاہ یہ شور سُنکر فوراً سوار ہو کر روانہ ہو گئے۔ ابھی دو تیر کے فاصلہ پہ گئے تھے کہ آپ نے خواجہ معظم اور بیرم خاں کو واپس بھیجا کہ جاکر حمیدہ بانو بیگم کو ساتھ لے آؤ۔ وہ آئے اور بیگم کو سوار کرا کے ساتھ لے گئے مگر اتنی مہلت نہ تھی کہ جلال الدین محمدؐ اکبر بادشاہ کو بھی لے جاتے۔ جونہی بیگم حضرت بادشاہ کے ہمراہ جانے کے لئے لشکرگاہ سے باہر ہوئیں اسی وقت میرزا عسکری دو ہزار سوار سمیت آپہنچے اور ایک ہلچل مچ گئی۔ آتے ہی میرزا عسکری نے پوچھا بادشاہ کہاں ہیں۔ لوگوں نے کہا بہت دیر ہوئی جب شکار کھیلنے کے لئے باہر گئے تھے۔ میرزا عسکری سمجھ گئے کہ حضرت بادشاہ چلے گئے۔ انہوں نے جلال الدین محمدؐ اکبر بادشاہ کو اپنے ساتھ لیا اور سب بادشاہی آدمیوں کو قید کر کے قندھار لے گئے وہاں جاکر محمدؐ اکبر بادشاہ کو اپنی بیوی سلطانم کے سپرد کیا اور وہ آپ سے بہت مہربانی اور غمخواری سے پیش آئیں۔

حضرت بادشاہ جب وہاں سے روانہ ہوئے تھے تو آپ نے پہاڑ کا رُخ کیا تھا۔ چار کوس پرے جاکر آپ رُکے تھے اور پھر بہت سرعت سے روانہ

ہو گئے تھے۔ اس وقت یہ آدمی آپ کے ہمراہ تھے۔ بیرم خاں۔ خواجہ معظم خواجہ غازی۔ ندیم کوکہ۔ روشن کوکہ۔ حاجی محمد خاں۔ بابا دوست بخشی میرزا قلی بیگ چولی۔ ابراہیم ایشک آغا۔ حسن علی ایشک آغا یعقوب قورچی عنبر ناظر۔ ملک مختار۔ سنبل میر ہزار۔ خواجہ کیسک۔ یہ بات تو تحقیق ہے کہ مندرجۂ بالا اشخاص حضرت بادشاہ کے ہمراہ گئے۔ خواجہ غازی کہتے ہیں کہ میں بھی ساتھ تھا۔ اور حمیدہ بانو بیگم کا بیان ہے کہ کل تیس آدمی ساتھ تھے اور عورتوں میں حسن علی ایشک آغا کی بیوی بھی تھیں۔

عشا کی نماز کا وقت گزر چکا تھا جب آپ پہاڑ کے دامن میں پہنچے پہاڑ پر اتنی برف پڑی تھی کہ اوپر جانے کا راستہ نہیں رہا تھا۔ آپ اس خیال سے بہت پریشان تھے کہ کہیں بے انصاف میرزا عسکری پیچھے سے آجائے۔ آخر ایک راستہ مل گیا اور جوں توں کر کے پہاڑ کے اوپر چڑھ گئے ساری رات وہاں برف کے بیچ میں گزاری۔ نہ آگ جلانے کے لئے ایندھن پاس تھا اور نہ کھانے کے لئے کوئی چیز موجود تھی۔ بھوک کے مارے آدمی نڈھال ہوئے جا رہے تھے۔ حضرت بادشاہ نے فرمایا ایک گھوڑا ذبح کر لو۔ گھوڑا ذبح کیا گیا مگر پکانے کو برتن نہ ملا۔ ایندھن ڈھونڈ کر لائے اور ایک خود میں تھوڑا سا گوشت ابالا۔ کچھ انگاروں پر بھونا اور سب طرف آگ سلگا کر بیٹھ گئے۔ حضرت بادشاہ نے اپنے ہاتھ سے گوشت بھون کر نوش کیا۔ آپ یہ فرمایا کرتے تھے کہ وہاں ایسی سردی تھی کہ میرا سر بھی بالکل شل ہو گیا تھا۔ بارے جب صبح ہوئی تو آدمیوں نے ایک اور پہاڑ کا پتہ دے کر

کہ وہاں آبادی ہے۔ کچھ بلوچ وہاں رہتے ہیں۔ وہاں جانا چاہئے۔
اسی طرف روانہ ہوئے اور دو دن میں وہاں پہنچے۔ دیکھا کہ چند مکان
ہیں اور ان مکانوں کے باہر چند وحشی بلوچ کہ گویا غول بیابانی سے وہی
مراد ہیں پہاڑ کے دامن میں بیٹھے ہیں۔ حضرت بادشاہ کے ساتھ قریباً تیس آدمی
تھے۔ بلوچوں نے جب ان آدمیوں کو آتے دیکھا تو سب جمع ہو کر ان کی
طرف بڑھے۔ حضرت بادشاہ ایک خیمہ میں تشریف فرما تھے۔ جب ان بلوچوں
نے دور سے آپ کو بیٹھے ہوئے دیکھا تو ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ
اگر ہم انھیں پکڑ کر میرزا عسکری کے پاس لے جائیں تو وہ ضرور ان کے
گھوڑے اور ہتھیار وغیرہ ہمیں دے دیگا۔ بلکہ کچھ انعام بھی ملے گا۔ حسن علی ایشک
کی بیوی بلوچ تھیں اس لئے بلوچیوں کی زبان سمجھتی تھیں۔ وہ سمجھ گئیں کہ یہ
بیابانی غول دل میں بدی رکھتے ہیں۔ جب صبح کے وقت حضرت بادشاہ نے
وہاں سے روانگی کا ارادہ کیا تو انھوں نے کہا کہ ہمارا سردار بلوچی یہاں
موجود نہیں وہ آجائے تو پھر آپ جا سکتے ہیں۔ روانگی کے لئے وقت بھی موزوں
نہیں رہا تھا ساری رات بہت احتیاط سے وہیں بسر کی۔ رات کا ایک حصہ گزرا تھا
جب وہ بلوچ سردار آپ کے حضور میں آیا اور کہا کہ میرزا کامران اور میرزا
عسکری کے فرمان ہمارے پاس آئے ہیں۔ انھوں نے لکھا ہے کہ ہم سنتے
ہیں کہ حضرت بادشاہ تمہارے ہاں تشریف رکھتے ہیں۔ اگر وہاں ہوں تو
ہرگز ہرگز انھیں وہاں سے جانے نہ دینا بلکہ گرفتار کر کے ہمارے پاس
لے آنا۔ ان کا مال و اسباب اور گھوڑے تم لے لو اور بادشاہ کو قندھار

پہنچا دو۔ پہلے جب میں نے آپ کو ابھی دیکھا نہیں تھا تو میرے دل میں آپ کے خلاف بُرائی تھی مگر اب جب میں آپ کے دیدار سے مشرف ہوا تو میری جان اور میرا خاندان، میرے پانچ چھ بیٹے ہیں، یہ سب آپ کے سر کے صدقے بلکہ آپ کے پاؤں کے ایک ایک تار پر نثار کرتا ہوں۔ آپ جہاں جانا چاہیں بلا روک ٹوک جائیں۔ خدا آپ کا محافظ ہے۔ میرزا عسکری کا جو جی چاہے مجھ سے کرے۔ آپ نے ایک پارۂ لعل و مروارید اور بعض اور چیزیں اس بلوچ سردار کو عنایت کیں اور دوسرے دن صبح قلعۂ حاجی بابا کی جانب تشریف لے گئے۔

دو دن کے بعد وہاں پہنچے۔ یہ قلعہ گرم سیر کی ولایت میں ہے اور دریا کے کنارے واقع ہے۔ کچھ سیّد جو وہاں آباد تھے وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور میزبانی کے فرائض بجا لائے۔ دوسرے دن صبح خواجہ علاؤالدین محمود میرزا عسکری کے پاس سے بھاگ کر آگیا۔ اور گھوڑے اور خچر اور شامیانے وغیرہ جو اس کے پاس تھے لاکر حضرت بادشاہ کی خدمت میں پیش کر دیے۔ اس سے آپ کی تسلّی ہوئی۔

دوسرے دن محمّد خاں کوکی بھی تیس چالیس سواروں کے ساتھ آگیا۔ اور ایک قطار اشتر پیش کیے۔ آخر جب حضرت بادشاہ نے دیکھا کہ بھائی دشمن ہوگئے اور بہت سے امرا آپ کو چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں تو اس لاچاری کی حالت میں آپ نے یہی مناسب سمجھا کہ خدائے مسبب الاسباب پر توکّل کرکے خراسان کا قصد کریں۔ بہت سی منزلیں اور مرحلے طے کرنے کے بعد خراسان کے نواح

یں پہنچے۔ جب باب ہلمند پہنچے تو شاہ طہماسپ کو آپ کی آمد کی خبر ہوئی وہ یہ سن کر حیرت میں رہ گیا کہ غدار اور کجرفتار فلک کی گردش نے ہمایوں بادشاہ کی یہ حالت کر دی اور وہ اس بے سروسامانی سے خدا کی حفاظت میں یہاں پہنچے۔

شاہ طہماسپ نے اپنے سب عالی موالی، اشراف و اکابر، وضیع و شریف کبیر و صغیر کو حضرت بادشاہ کے استقبال کے لئے بھیجا۔ یہ سب آب ہلمند تک استقبال کے لئے آئے۔ بہرام میرزا، القاس میرزا، سام میرزا جو تینوں شاہ طہماسپ کے بھائی تھے وہ بھی آئے۔ اور حضرت بادشاہ سے گلے ملے اور بہت اعزاز و اکرام سے آپ کو اپنے ساتھ لے گئے۔ جب نزدیک پہنچے تو شاہ کو خبر کی۔ وہ خود سوار ہو کر آپ کے استقبال کو آیا۔ دونوں بادشاہ ایک دوسرے سے بغلگیر ہوئے۔ اور ان دونوں عالی مقام بادشاہوں میں ایسی آشنائی اور دوستی اور یگانگت قائم ہو گئی کہ گویا ایک پوست دو مغز ہیں۔ اور ایسا اخلاص اور اتحاد ہو گیا کہ جتنے دن حضرت بادشاہ وہاں تشریف فرما رہے اکثر شاہ طہماسپ آپ کے پاس آتے تھے اور جس دن شاہ نہیں آتے تھے تو حضرت بادشاہ اُن کے ہاں جاتے تھے۔

خراسان میں قیام کے دوران میں شاہ طہماسپ نے وہاں کے ہر ایک باغ اور بوستان اور سلطان حسین میرزا کی بنائی ہوئی عالیشان عمارات اور پرانے زمانہ کی شاندار عمارتوں وغیرہ کی حضرت بادشاہ کو سیر کرائی۔ اور جب عراق میں تھے تو آٹھ مرتبہ شکار کے لئے گئے اور جب شکار کو جاتے تو

حضرت بادشاہ کو ضرور ساتھ لے جاتے۔ حمیدہ بانو بیگم کجاوہ یا پالکی میں بیٹھ کر دور سے تماشہ دیکھتی رہتی تھیں۔ اور شاہ کی بہن شہزادہ سلطانم گھوڑے پر سوار ہو کر شاہ کے پیچھے کھڑی رہتیں۔ حضرت بادشاہ لکھتے تھے کہ شکار میں ایک عورت گھوڑے پر سوار ہمارے ساتھ تھی۔ اس کے گھوڑے کی لگام ایک سفید ریش آدمی پکڑے ہوئے تھا۔ لوگ کہتے تھے کہ یہ شاہ کی بہن شہزادہ سلطانم ہیں۔ غرض شاہ طہماسپ حضرت بادشاہ سے بہت مہربانی اور مروت سے پیش آتے رہے اور حمیدہ بانو بیگم سے مادرانہ اور خواہرانہ شفقت اور غمخواری کے لئے اپنی بہن کو مقرر کیا۔

ایک دن شہزادہ سلطانم نے حمیدہ بانو بیگم کی دعوت کی۔ شاہ نے اپنی بہن سے کہا کہ اگر دعوت کر رہی ہو تو شہر کے باہر کیوں نہیں کرتیں۔ چنانچہ شہر سے دو کوس کے فاصلہ پر خیمہ اور خرگاہ اور بارگاہ ایک پرفضا میدان میں نصب کئے گئے اور چتر اور طاق بھی کھڑے کئے۔ خراسان اور ان جگہوں میں سراپردہ استعمال تو ہوتا ہے مگر پیچھے کی طرف نہیں لگایا جاتا۔ حضرت بادشاہ نے ہندوستان کے دستور کے مطابق چاروں طرف سراپردہ لگوایا۔ شاہ کے آدمیوں نے خرگاہ اور بارگاہ چتر اور طاق کھڑے کر کے ان کے گرداگرد رنگ برنگ کی چلمنیں لٹکا دیں۔ اس دعوت میں شاہ کے سب رشتہ دار۔ آپ کی پھوپھی۔ بہنیں۔ گھر کی عورتیں اور خانان اور سلطانان اور امرا کی بیویاں شامل ہوئیں۔ اس طرح قریباً ایک ہزار عورتیں موجود تھیں جو سب کی سب زیب و زینت سے آراستہ تھیں۔

اس دن شاہ کی پھوپھی نے حمیدہ بانو بیگم سے پوچھا کہ کیا ہندوستان میں بھی ایسے ہی چتر اور طاق ہوتے ہیں۔ بیگم نے جواب میں کہا کہ خراسان کو دو دانگ کہتے ہیں اور ہندوستان چار دانگ کہلاتا ہے۔ جو چیز دو دانگ میں موجود ہو وہ چار دانگ میں کیوں نہ ہو گی۔ شاہ کی بہن شہزادہ سلطانم نے بھی اپنی پھوپھی کی بات کے جواب میں حمیدہ بانو بیگم کی تائید کی اور کہا بھلا کہاں دو دانگ اور کہاں چار دانگ۔ ظاہر ہے کہ یہ سب چیزیں چار دانگ میں اور بھی زیادہ اچھی ہوتی ہوں گی۔ غرض سارا دن خوب چہل پہل میں گزرا۔ کھانے کے وقت امرا کی بیویوں نے کھانا کھلانے کی خدمت سر انجام دی۔ اور شاہ کے گھر کی عورتوں نے شہزادہ سلطانم کے آگے کھانا لا کر رکھا۔ قسم قسم کے قیمتی کپڑے حمیدہ بانو بیگم کو پیش کئے اور میزبانی کے فرائض پورے طور پر ادا کئے۔ خود شاہ طہماسپ عشا کی نماز تک حضرت بادشاہ کے مکان میں بیٹھے رہے۔ اس کے بعد جب سنا کہ حمیدہ بانو بیگم دعوت سے واپس آ گئی ہیں تو آپ حضرت بادشاہ کے پاس سے اٹھ کر اپنے مکان میں چلے گئے۔ یہاں تک آپ حضرت بادشاہ کا لحاظ اور خاطر جوئی کرتے تھے۔

ان دنوں میں روشن کوکہ نے باوجود سابقہ وفاداری اور خدمات کے اس اجنبی ملک اور خطرناک حالات میں بیوفائی کی۔ حضرت بادشاہ کے پاس ایک تھیلی میں چند بیش قیمت لعل تھے۔ ان کے سوائے خود آپ کے یا حمیدہ بانو بیگم کے کسی کو خبر نہ تھی۔ اگر آپ کہیں باہر جاتے تھے تو یہ تھیلی حمیدہ بانو بیگم کے سپرد کر جاتے تھے۔ ایک دن بیگم سر دھونے کے لئے گئیں تو اس تھیلی کو

ایک رومال میں لپیٹ کر بادشاہ کے پلنگ پر رکھ دیا۔ روشن کوکہ نے اس موقع کو غنیمت جانا اور پانچ لعل چرا لئے۔ خواجہ غازی سے اس کی سازش تھی اور اس نے یہ لعل خواجہ غازی کے سپرد کر دئے اور دونوں اس بات کے منتظر تھے کہ کچھ عرصہ گزر جائے تو پھر انھیں اپنے صرف میں لائیں۔

حمیدہ بانو بیگم اپنا سر دھو کر نکلیں تو حضرت بادشاہ نے تھیلی اٹھا کر انھیں دے دی۔ بیگم ہاتھ کے اندازہ سے فوراً جان گئیں کہ تھیلی کچھ ہلکی ہو گئی ہے۔ آپ نے یہ بات حضرت بادشاہ سے کہی۔ انھوں نے کہا یہ کیا بات ہے؟ میرے اور تمہارے سوا کسی تیسرے کو اس کی خبر نہیں۔ یہ پھر کیونکر ہو سکتا ہے؟ آخر کسی نے تو آپ ہی نے چرائے ہوں گے۔ بیگم نے اپنے بھائی خواجہ معظم کو بلا کر بتایا کہ اس طرح واقعہ ہوا ہے اگر اس وقت بھائی کا فرض بجا لاؤ اور اس بات کی تحقیق اور تفتیش اس طور پر کرو کہ شور نہ مچے تو مجھے شرمندگی سے بچا لو گے۔ نہیں تو جب تک زندہ رہوں گی بادشاہ کے سامنے شرمندگی رہے گی۔

خواجہ معظم نے کہا ایک بات میرے ذہن میں آتی ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ باوجود حضرت بادشاہ سے تقرب کے میں اتنا بھی نہیں کر سکتا کہ ایک مریل سا ٹٹو بھی خرید لوں۔ بخلاف اس کے خواجہ غازی اور روشن کوکہ دونوں نے اپنے لئے اعلیٰ نسل کے گھوڑے خرید لئے ہیں گو ابھی ان گھوڑوں کی قیمت ادا نہیں کی مگر یہ سودا کسی توقع ہی میں کیا ہو گا۔ بیگم نے کہا بھائی یہ وقت امداد کا ہے ضرور اس معاملہ کی تفتیش کرو۔ خواجہ معظم نے کہا ماہ چیچم تم کسی سے اس کا ذکر نہ کرنا۔ انشاء اللہ تعالےٰ امید ہے کہ حق حقدار کو مل جائے گا۔ وہاں سے

آکر خواجہ معظم نے ان سوداگروں سے دریافت کیا کہ وہ گھوڑے تم نے کتنے میں فروخت کئے، قیمت کی ادائیگی کا وعدہ کب کا ہے۔ اور اس روپے کے ادا کئے جانے کی کیا ضمانت دی گئی ہے؟ سوداگروں نے جواب دیا کہ ان دونوں آدمیوں نے ہمیں لعل دینے کا وعدہ کیا ہے اور ہم نے گھوڑے ان کے حوالے کر دئے ہیں۔

خواجہ معظم وہاں سے خواجہ غازی کے خادم کے پاس آئے اور پوچھا کہ خواجہ کا بقچہ، درباری لباس اور کپڑے کہاں رہتے ہیں۔ وہ یہ چیزیں کہاں رکھتا ہے۔ خادم نے جواب دیا ہمارے خواجہ کے پاس نہ کوئی بقچہ ہے اور نہ کپڑے۔ ان کے پاس ایک اونچی سی ٹوپی ہے۔ سوتے وقت کبھی اسے اپنے سر کے نیچے اور کبھی بغل میں رکھ لیتے ہیں۔ خواجہ معظم سمجھ گئے اور انھیں یقین ہو گیا کہ وہ لعل خواجہ غازی کے پاس ہیں اور وہ اس ٹوپی میں انھیں رکھتے ہیں۔ آکر حضرت بادشاہ کے پاس عرض کی کہ مجھے یہ سراغ ملا ہے کہ وہ لعل خواجہ غازی کی ٹوپی میں ہیں۔ میں ایک ترکیب سے انھیں ان کے پاس سے اڑا لوں گا۔ اگر خواجہ غازی آپ کے پاس آکر میری کوئی شکایت کرے تو آپ مجھ پر خفا نہ ہوں۔ حضرت بادشاہ یہ سُنکر مُسکرانے لگے۔ اب خواجہ معظم نے خواجہ غازی سے ہنسی مذاق اور چھیڑ چھاڑ شروع کی۔ خواجہ غازی نے آکر بادشاہ سے شکایت کی کہ میں غریب آدمی ہوں مگر آخر کچھ عزت آبرو رکھتا ہوں یہ کیا ہے کہ اس اجنبی ملک میں خورد سال خواجہ معظم مجھ سے ہنسی کرتا ہے۔ اور میری توہین کرتا ہے۔ حضرت بادشاہ نے کہا اور کس سے وہ یہ باتیں نہیں کرتا؟

آخر کم عمر ہے کبھی اس کے دل میں کوئی شرارت آجاتی ہے اور وہ کوئی بےادبی کر بیٹھتا ہے۔ تم اس کا کوئی خیال نہ کرو وہ بچہ ہی تو ہے۔

ایک دن خواجہ غازی آکر دیوان خانہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ خواجہ معظم نے موقع پاکر دفعتاً ٹوپی ان کے سر سے جھپٹ لی اور وہ بے نظیر لعل اس ٹوپی میں سے نکال کر حضرت بادشاہ اور حمیدہ بانو بیگم کے سامنے لاکر رکھ دئے۔ حضرت بادشاہ مسکرائے اور حمیدہ بانو بیگم بہت خوش ہوئیں۔ اور خواجہ معظم کو بہت شاباش دی۔ خواجہ غازی اور روشن کوکہ اپنی حرکت پر شرمندہ اور خفیف ہوکر شاہ طہماسپ کے پاس گئے اور بہت سی رازکی باتیں ان سے کہیں اور کچھ ایسے ذکرِاذکار کئے کہ اُن کا دل مکدر ہوگیا اور حضرت بادشاہ سے ان کا اخلاص اور اعتقاد پہلے کی طرح نہیں رہا۔ یہ دیکھ کر آپ نے لعل اور جواہر جو آپ کے پاس تھے سب شاہ کے پاس بھیج دئے۔ شاہ نے آپ سے کہا کہ یہ خواجہ غازی اور روشن کوکہ کا قصور ہے کہ انھوں نے ہماری آپس کی دوستی کو بگاڑ دیا۔ ورنہ میں تو ہمیشہ آپ کو اپنا سمجھتا رہا۔ اس گفتگو کے بعد دونوں بادشاہوں میں صلح صفائی ہوگئی اور سب شبہات دور ہوگئے۔ اور خواجہ غازی اور روشن کوکہ اپنی غداری کی وجہ سے دونوں بادشاہوں کے سامنے مردود ہوئے۔ اور شاہ نے انھیں حضرت بادشاہ کے سپرد کردیا۔

جو لعل انھوں نے کسی کسی کو دے دئے تھے وہ شاہ نے کسی نہ کسی ترکیب سے دوبارہ حاصل کرلئے۔ اور ان دونوں کی بابت کہا کہ انھیں

قید کر دیا جائے۔ باقی جتنے دن حضرت بادشاہ عراق میں رہے بہت آرام
اور اطمینان سے رہے۔ شاہ طہماسپ ہر طرح آپ کی خاطر جوئی کرتے تھے
اور ہر روز کوئی نہ کوئی عجیب و غریب تحفہ آپ کے لئے بھیجتے تھے۔ آخرکار
اپنے خانان۔ سلطانان اور امراء کو اپنے بیٹے کی سرکردگی میں حضرت بادشاہ
کی مدد کے لئے ساتھ کیا اور بہت سا سامان حرب اور خرگاہ اور بارگاہ
چتر اور رطاق۔ کا مدار شامیانے۔ ابریشم کے غالیچے اور کلابتوں کے کام
کی مسندیں اور ہر قسم کا موزوں ساز و سامان اپنے شاہی توشک خانہ
خزانے۔ باورچی خانے اور رکاب خانہ سے آپ کے لئے مہیا کر دیا۔
نیک ساعت دیکھ کر یہ دونوں عالی قدر بادشاہ ایک دوسرے سے
رخصت ہوئے۔ حضرت بادشاہ نے قندھار کا رخ کیا۔ روانگی سے پہلے آپ نے
خواجہ غازی اور روشن کوکہ کا قصور شاہ سے معاف کروایا اور خود بھی انھیں معاف کر کے اپنے ساتھ قندھار لے گئے
میرزا عسکری نے جب یہ سنا کہ حضرت بادشاہ خراسان سے مع جمعیت
کرکے قندھار کی طرف آرہے ہیں تو انھوں نے جلال الدین محمد اکبر
بادشاہ کو میرزا کامراں کے پاس کابل بھجوا دیا۔ میرزا کامراں نے آپ
کو آکہ جانم یعنی ہماری پھوپھی خانزادہ بیگم کے سپرد کیا۔ جب آکہ جانم نے
آپ کو اپنے سایۂ عاطفت میں لیا اس وقت آپ کی عمر اڑھائی سال کی
تھی۔ آکہ جانم آپ سے بہت محبت کرتی تھیں اور آپ کے ہاتھ پاؤں چومتی
تھیں اور کہتی تھیں کہ بالکل میرے بھائی بابر بادشاہ کے ہاتھ پاؤں معلوم ہوتے ہیں پوری پوری شباہت ہے
جب یہ تحقیق ہو گیا کہ حضرت بادشاہ قندھار آرہے ہیں تو میرزا کامراں

نے خانزادہ بیگم کے پاس جاکر بہت گریہ وزاری کی اور بہت عجز وانکساری کا اظہار کر کے اصرار کیا کہ آپ خیر و سلامتی سے حضرت بادشاہ کے پاس قندھار جائیں اور ہماری صلح کروا دیں۔ خانزادہ بیگم کی کابل سے روانگی کے بعد میرزا کامراں نے اکبر بادشاہ کو اپنی بیوی خانم کے سپرد کیا اور خود بہت سرعت سے قندھار چلے گئے۔

حضرت بادشاہ قندھار پہنچے اور چالیس دن تک میرزا کامراں اور میرزا عسکری قندھار میں محصور رہے۔ آپ نے بیرم خاں کو بطور ایلچی میرزا کامراں کے پاس بھیجا۔ میرزا عسکری بہت عاجزی اور انکساری سے اپنی تقصیر پر نادم ہو کر باہر آئے اور حضرت بادشاہ کے حضور میں آداب بجا لائے۔ اس کے بعد آپ نے قندھار پر قبضہ کر لیا اور اس فتح کے بعد قندھار شاہ کے بیٹے کو دیدیا۔ مگر چند روز بعد ہی شاہ کا بیٹا بیمار ہو کر مر گیا۔ جب بیرم خاں آئے تو آپ نے قندھار ان کے سپرد کیا۔

حمیدہ بانو بیگم کو قندھار میں چھوڑ کر آپ میرزا کامراں کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔ آکہ جانم خانزادہ بیگم بھی آپ کے ہمراہ تھیں جب قبلچک کے مقام پر پہنچے تو آپ بیمار ہو گئیں۔ تین دن آپ کو بخار رہا اور ہر چند طبیبوں نے علاج کیا آپ کو کچھ فائدہ نہ ہوا۔ چوتھے دن ۹۵۱ھ میں رحمتِ حق سے پیوستہ ہوئیں۔ اسی جگہ قبلچک میں آپ کو دفن کیا گیا مگر بعد میں وہاں سے لا کر حضرت بادشاہ بابام کے مقبرہ میں سپردِ خاک کیا۔

میرزا کامراں جتنے سال کابل میں رہے تھے کبھی جنگ کے لئے باہر

نہیں نکلے تھے۔ اب جو آپ نے حضرت بادشاہ کے آنے کی خبر سُنی تو آپ کو بھی تاخت کی ہوس پیدا ہوئی اور اس بہانہ سے ہزارہ کیطرف چلے گئے۔

میرزا ہندال جنھوں نے گوشۂ درویشی اختیار کر لیا تھا ان تک بھی یہ خبر پہنچی کہ حضرت بادشاہ عراق و خراسان سے واپس آگئے ہیں اور قندھار فتح کر لیا ہے۔ میرزا ہندال نے اس موقع کو غنیمت جانا اور میرزا یادگار ناصر کو بلا کر کہا۔ حضرت بادشاہ نے قندھار فتح کر لیا ہے۔ میرزا کامراں نے خانزادہ بیگم کو صلح کے لیے بھیجا تھا مگر آپ نے اس طرح کی صلح پسند نہیں کی اور بیرم خاں کو اپنا ایلچی بنا کر بھیجا مگر میرزا کامراں نے بیرم خاں کی بات نہیں مانی۔ اب حضرت بادشاہ قندھار بیرم خاں کے سپرد کر کے کابل کی طرف متوجہ ہوئے ہیں۔ آؤ ہم اور تم ایک دوسرے سے عہد و پیمان کریں اور کسی طرح حضرت بادشاہ کے پاس پہنچ جائیں۔ میرزا یادگار ناصر نے یہ تجویز پسند کی اور عہد و پیمان ہو گیا۔ میرزا ہندال نے کہا تم کابل سے بھاگ کر چلے جاؤ۔ جب میرزا کامراں یہ سُنیں گے تو ضرور مجھ سے کہیں گے کہ یادگار ناصر بھاگ گیا ہے۔ تم جاؤ اور دلاسا اور تسلی دے کر اسے واپس بلا لاؤ۔ میرے آنے تک تم آہستہ آہستہ جانا۔ جب میں آجاؤں تو پھر ہم مل کر جلدی جلدی حضرت بادشاہ کے پاس چلے جائیں گے۔ یہ قرارداد کر کے میرزا یادگار ناصر کابل سے بھاگ گئے۔ میرزا کامراں کو خبر ہوئی تو وہ فوراً کابل واپس آگئے اور میرزا ہندال کو بلا کر کہا کہ تم جاؤ اور میرزا یادگار ناصر کو دم دلاسا دے کر لے آؤ۔ میرزا ہندال جھٹ روانہ ہو گئے اور جا کر

میرزا یادگار ناصر کے ساتھ شامل ہو گئے۔ پھر یہ دونوں جلدی جلدی منزلیں طے کر کے حضرت بادشاہ کے پاس پہنچ گئے۔ اور آپ کو یہ مشورہ دیا کہ کابل کی طرف تکیہ حمار کے راستہ سے بڑھیں۔

رمضان المبارک کی نو تاریخ کو ۹۵۱ھ میں آپ نے تکیہ حمار میں نزول اجلال فرمایا۔ اسی دن میرزا کامراں کو آپ کی آمد کی خبر ہوئی۔ ان پر عجیب اضطراب طاری ہو گیا۔ جلدی جلدی اپنے خیمے باہر نکلوائے اور گذرگاہ کے سامنے مقیم ہو گئے۔ حضرت بادشاہ نے ۱۱۔ ماہ رمضان کو تیپہ کی وادی میں نزول اجلال فرمایا۔ میرزا کامراں مقابلہ پر آئے اور جنگ کی ٹھن گئی۔ مگر جنگ سے پہلے ہی میرزا کامراں کے سب امراء اور سپاہی بھاگ کر آ گئے اور حضرت بادشاہ کی قدمبوسی سے مشرف ہوئے۔ باپوس جو میرزا کامراں کے نامی امراء میں سے تھا وہ بھی اپنی جماعت کے ساتھ بھاگ کر آگیا اور حضرت بادشاہ کی قدمبوسی سے مشرف ہوا۔ میرزا کامراں اکیلے اور تنہا رہ گئے۔ دیکھا کہ امراء میں سے پاس کوئی باقی نہیں رہا۔ باپوس کا مکان قریب تھا۔ اس کی در و دیوار کو گرا کر ویران کیا اور آہستہ آہستہ **باغ نوروزی** اور **گلرخ بیگم** کے مقبرہ کے پاس سے گذر کر اور اپنے بارہ ہزار سواروں کو رخصت کر کے اپنی راہ لی۔ جب رات کا اندھیرا چھا گیا تو بابا دشتی کا رخ کیا۔ ایک تالاب کے قریب پہنچ کر ٹرکے اور دوستی کوکہ اور جوکی خاں کو بھیجا کہ میری بڑی لڑکی حبیبہ بیگم اور میرے لڑکے ابراہیم سلطان میرزا، خضر خاں کی بھتیجی ہزارہ بیگم، حرم بیگم کی بہن

ماہ بیگم۔ حاجی بیگم کی والدہ مہرافروز بیگم اور باقی کوکہ، ان سب کو یہاں لے آؤ۔ ان سب کو لیکر میرزا کامراں ٹھٹھہ اور بھکر کی طرف روانہ ہو گئے۔

خضر خاں کی ولایت میں پہنچ کر جو بھکر کے راستہ میں واقع ہے حبیبہ بیگم کا آق سلطان سے نکاح کر دیا اور خود بھکر اور ٹھٹھہ کا رخ کیا۔

بارہ رمضان المبارک کی رات کی پانچ گھڑیاں گزر چکی تھیں جب حضرت بادشاہ نے بالاحصار میں خیر و سلامتی اور اقبالمندی سے نزول اجلال فرمایا۔ میرزا کامراں کے آدمی جو آپ کی ملازمت میں آ گئے تھے خوشی کے نقارے بجاتے ہوئے کابل میں داخل ہوئے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اسی مہینے کی بارھویں تاریخ کو حضرت والدہ ولدار بیگم گلچہرہ بیگم اور یہ ناچیز آپ کے حضور میں آکر آداب بجا لائے۔ پانچ سال سے ہم لوگ آپ سے جدا اور آپ کی زیارت سے محروم رہے تھے۔ اب اس دوری اور مہجوری کی سختی سے نجات حاصل کر کے ہم اس ولی نعمت کی دولت وصال سے مالا مال ہوئے۔ آپ کا دیکھنا تھا کہ غمزدہ دل کو تسکین ہوئی۔ اور دھندلی آنکھوں میں نئی روشنی سما گئی۔ خوشی سے بار بار ہم سجدات شکر بجا لاتے تھے۔

بہت سے جلسے اور دعوتیں ہوئیں جن میں ساری رات جاگتے گزرتی تھی اور برابر گانا بجانا ہوتا رہتا تھا۔ بہت سے مزے مزے کے کھیل تماشے ہوئے۔ ان میں ایک یہ تھا کہ ہر ایک کھلاڑی کو بیس تاش کے پتے دیے اور بیس شاہرخی سکے۔ جو ہارتا تھا وہ اپنے سکے جیتنے والے کو دیدیتا تھا

ہیں شاہرخی سکے وزن میں پانچ مثقال کے برابر ہوتے ہیں جتنے کھلاڑی زیادہ ہوں اتنا ہی جیتنے والا فائدہ میں رہتا تھا کیونکہ باقی سب کے سکے اس کے حصہ میں آجاتے تھے۔

جو آدمی چوسہ اور بھکر اور قنوج اور اس ہلچل میں حضرت بادشاہ کی خدمت گزاری میں قتل یا زخمی ہوئے تھے ان کی بیواؤں اور یتیم بچوں اور اہل و عیال کو وظیفہ اور مراتبہ، زمینیں اور خدمت گار عنایت فرمائے۔ اور آپ کے ایام دولت میں سپاہ اور رعایا کو بہت آسودگی اور فارغ البالی میسر ہوئی۔ سب لوگ بہت بیفکری سے بسر اوقات کرتے تھے اور دل وجان سے آپ کی خیر وسلامتی اور دوامی کی دعائیں مانگتے تھے۔

چند دن کے بعد آپ نے کچھ آدمیوں کو بھیجا کہ جاکر حمیدہ بانو بیگم کو قندھار سے لے آئیں۔ جب وہ آگئیں تو آپ نے جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کی ختنہ کی شادی کی۔ اور اس موقع پر دعوت کا سامان کیا۔ اور نوروز کے بعد سترہ دن تک جشن منایا۔ سب نے سبز پوشاک پہن لی۔ آپ نے فرمایا کہ تیس چالیس لڑکیاں سبز لباس پہن کر باہر پہاڑیوں پر نکلیں۔ نوروز کے دن ہفت داوراں کی پہاڑی پر گئے اور بہت سا وقت ہنسی خوشی میں گزارا جب محمد اکبر بادشاہ کے ختنے ہوئے اس وقت آپ پانچ سال کے تھے۔ بڑے دیوان خانہ میں اس موقع پر دعوت دی گئی تھی۔ تمام بازاروں کی آرائش کی گئی۔ میرزا ہندال اور میرزا یادگار ناصر امراء اور شہزادوں نے اپنے مکانوں کو خوب آراستہ کیا۔ اور بیگہ بیگم کے باغ میں بیگمات وغیرہ نے عجیب وغریب

آرائش کی تھی۔ سب میرزایان اور امراء نے اسی دیوان خانہ کے باغ میں اپنے تحائف پیش کئے۔ بہت سی پُر تکلف دعوتیں ہوئیں اور حضرت بادشاہ نے آدمیوں کو بیش قیمت خلعتیں اور سروپا عنایت فرمائے۔ غرض عام رعایا، علما، صلحا، فقرا، غربا، شریف و وضیع، صغیر و کبیر دن رات عیش و عشرت سے بسر کرنے لگے۔

اب حضرت بادشاہ قلعۂ ظفر کی طرف متوجہ ہوئے۔ یہ قلعہ میرزا سلیمان کے قبضہ میں تھا۔ وہ جنگ کرنے کے لئے نکلے مگر مقاومت کی تاب نہ لاسکے اور بھاگتے ہی بن پڑی۔ حضرت بادشاہ خیر و سلامتی سے قلعہ میں داخل ہوئے اور آپ نے کشم میں قیام کیا۔

ان دنوں آپ کی طبیعت کچھ ناساز ہوگئی۔ دوسرے دن جب آپ کی طبیعت ذرا بحال ہوئی اور اپنے ہوش میں آئے تو منعم خاں کے بھائی فضائل بیگ کو کابل بھیجا کہ جاکر وہاں کے آدمیوں کو تسلی اور تشفی کرے۔ آپ نے فرمایا کہ ان کی اس طرح دل جوئی کرنا کہ ان کے دل میں ذرا بھی ملال باقی نہ رہے۔ اور ان سے کہنا۔ ع

رسیدہ بود بلائے و لے بخیر گذشت

فضائل بیگ کے کابل روانہ ہونے کے دوسرے دن آپ بھی کابل کی طرف روانہ ہوئے۔ کابل سے غلط خبر میرزا کامراں کے پاس بھکر پہنچی اور وہ فوراً یلغار کرتے ہوئے وہاں سے کابل روانہ ہوگئے۔ غزنی پہنچ کر زاہد بیگ کو قتل کیا اور پھر کابل کی طرف متوجہ ہوئے۔

صبح کا وقت تھا۔ کابل کے لوگ بے خبر بیٹھے تھے۔ شہر کے دروازے حسب معمول کھول دیے گئے تھے اور سقے اور گھسیارے وغیرہ باہر اندر آجا رہے تھے۔ انھیں عام آدمیوں کے ساتھ میرزا قلعہ کے اندر جا پہنچے اور محمد علی تغائی جو اس وقت حمام میں تھے انھیں آتے ہی قتل کر دیا۔ اور ملا عبد الخالق کے مدرسہ میں مقیم ہو گئے۔

جب حضرت بادشاہ قلعہ ظفر کی جانب تشریف لے گئے تھے تو نوکار کو حرم کے دروازہ پر مقرر کر گئے تھے۔ جب میرزا کامراں کابل میں آئے تو انھوں نے پوچھا کہ قلعہ کس کے سپرد ہے تو کسی نے کہہ دیا کہ نوکار کے۔ نوکار نے جب یہ سنا تو اس نے جلدی سے عورتوں کے کپڑے پہن لئے اور بچکر باہر نکل گیا۔ اتنے میں میرزا کے آدمیوں نے قلعہ کے دربانوں کو گرفتار کر لیا اور انھیں اپنے آقا کے پاس لے گئے۔ میرزا نے کہا انھیں قید کر دو۔ اس کے بعد وہ خود قلعہ میں گئے اور اہل حرم کا مال و اسباب اور بیشمار چیزیں لوٹ لیں اور برباد کیں اور ضبط کریں۔ بڑی بیگمات کو میرزا عسکری کے مکان میں رکھا اور اس مکان کا دروازہ اینٹ چونے اور گوبر سے بند کر دیا۔ مکان کی چاردیواری کے اوپر سے ان بیگمات کو کھانا پانی دیا جاتا تھا۔ خواجہ معظم کو میرزا یادگار ناصر کے مکان میں قید کر دیا۔ اور جس محل میں حضرت بادشاہ کی بیویاں اور بیگمات رہتی تھیں اس میں اپنے بال بچوں کو رکھا۔ وہ لوگ جو بھاگ کر حضرت بادشاہ سے جا ملے تھے ان کے اہل و عیال سے میرزا کامراں

نے بہت برا سلوک کیا۔ ان سب کے گھر لوٹ کر برباد کر دیئے اور ان کے بال بچوں کو کسی کسی کے حوالے کر دیا۔ جب حضرت بادشاہ نے سُنا کہ میرزا کامراں نے بکھر سے آ کر یہ گل کھلائے ہیں تو آپ دوبارہ قلعہ ظفر اور اندراب کو چھوڑ کر کابل کی طرف روانہ ہوئے۔ قلعہ ظفر میرزا سلیمان کو عنایت کر گئے۔

جب حضرت بادشاہ کابل کے قریب پہنچے تو میرزا کامراں نے میری والدہ کو اور مجھے اپنے پاس بلوایا۔ حضرت والدہ سے کہا کہ آپ قور بیگی کے مکان میں رہیں اور مجھ سے کہا یہ تمہارا اپنا گھر ہے تم یہیں میرے پاس رہو۔ میں نے کہا میں کیوں یہاں رہوں۔ جہاں میری والدہ رہیں گی میں بھی وہیں رہوں گی۔ پھر میرزا کامراں نے کہا تم خضر خواجہ کو خط لکھو کہ وہ آ کر ہمارے ساتھ شامل ہو جائے۔ اور خاطر جمع رکھو جس طرح میرزا عسکری اور میرزا ہندال میرے بھائی ہیں وہ بھی اسی طرح میرے بھائی ہیں۔ اور یہ مدد کرنے کا وقت ہے میں نے جواب دیا کہ خضر خواجہ کو لکھنا پڑھنا نہیں آتا وہ میرا خط کیونکر پہچانیں گے اور میں نے کبھی خود انھیں خط نہیں لکھا۔ بلکہ کسی بیٹے کی طرف سے کوئی اور لکھ دیتا ہے۔ آپ کا جو جی چاہے انھیں لکھ کر بھیج دیں۔ آخر میرزا کامراں نے مہدی سلطان اور شیر علی کو بھیجا کہ جا کر خان کو بلا لاؤ۔ میں شروع سے ہی خان سے یہ کہہ چکی تھی کہ زنہار ہزار زنہار حضرت بادشاہ سے جدا ہونے کا خیال دل میں نہ لانا۔ بارے خدا کا شکر ہے کہ جو میں نے کہا تھا خان نے اس سے تجاوز نہیں کیا۔ حضرت بادشاہ کو بھی خبر ہوئی کہ مہدی سلطان اور شیر علی کو میرزا کامراں نے خضر خواجہ کو لانے کے لئے بھیجا ہے۔ آپ نے بھی میرزا حاجی

کے والد قنبر بیگ کو خضر خواجہ خاں کے پاس بھیج دیا اور انھیں بُلایا۔ ان دنوں خضر خواجہ خاں اپنی جاگیر میں مقیم تھے۔ حضرت بادشاہ نے کہلا کر بھیجا تھا کہ دیکھو ہرگز میرزا کامراں کے پاس نہ جانا بلکہ یہاں ہمارے پاس آجاؤ۔ چنانچہ خضر خواجہ خاں یہ خبر سُنکر اور یہ نیک انجام پیغام پا کر فوراً اس درگاہ فلک بارگاہ کی طرف روانہ ہو گئے اور عقابین کی پہاڑی پر حضرت بادشاہ کے حضور میں باریاب ہوئے۔

آخر جب حضرت بادشاہ منار کی پہاڑی سے گزر کر آگے بڑھے تو میرزا کامراں نے بھی اپنے لشکر کو آراستہ پیراستہ کیا اور شیرویہ کے باپ شیر افگن کی سرکردگی میں جنگ کے لئے آگے روانہ کیا۔ ہم قلعہ کے اوپر سے یہ دیکھ رہے تھے کہ شیر افگن نقاروں کی آواز کے ساتھ بابا دشتی سے گزر کر جنگ کے لئے آگے بڑھا۔ ہم دل میں کہہ رہے تھے خدا نہ کرے کہ تو جا کر حضرت بادشاہ کا مقابلہ کر سکے۔ اور ہم سب رونے لگے۔

جب شیر افگن دیہہ افغان کے پاس پہنچا تو دونوں فوجوں کے قراول آمنے سامنے ہوئے۔ قراولوں کے روبرو ہوتے ہی حضرت بادشاہ کے آدمیوں نے میرزا کامراں کے آدمیوں کو بھگا دیا۔ اور غنیم کے بہت سے آدمی گرفتار کر کے حضرت بادشاہ کے پاس لے آئے۔ آپ نے مغلوں کو حکم دیا اور انھوں نے ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دئے۔ غرض میرزا کامراں کے اکثر آدمی جو جنگ کرنے نکلے تھے بادشاہی آدمیوں کی قید میں آ گئے۔ حضرت بادشاہ نے ان میں سے بعض کو قتل کروا دیا اور بعض کو قید کیا۔ انھیں

میں جوکی خاں جو میرزا کامراں کے امرا میں سے تھا وہ بھی قید ہوا۔

حضرت بادشاہ اور آپ کی ہمراہی میں میرزا ہندال فتح کے شادیانے بجاتے ہوئے کوکبہ اور دبدبہ سے بڑھ کر عقابین پہنچے جہاں حضرت بادشاہ نے اپنا خیمہ اور خرگاہ اور بارگاہ نصب کر کے قیام کیا اور میرزا ہندال کو پل مستان کی حفاظت کے لئے مقرر فرمایا اور سب امراء کو جگہ جگہ تعینات کیا۔

سات مہینے تک آپ کابل کا محاصرہ کئے رہے۔ ایک دن یہ اتفاق ہوا کہ میرزا کامراں حویلی سے والان میں جا رہے تھے تو کسی نے عقابین کی پہاڑی سے گولی چلائی۔ وہ جلدی سے بھاگ کر اوٹ میں ہو گئے۔ اس کے بعد سے انھوں نے یہ حکم دیا کہ اکبر بادشاہ کو توپوں کی زد کے سامنے رکھ دیا جائے۔ حضرت بادشاہ کو اس بات کی خبر ہوئی۔ آپ نے حکم دیا کہ توپیں بند وقیں نہ چلائی جائیں۔ اس کے بعد قلعہ پر کوئی گولہ باری نہیں کرتا تھا۔ مگر شہر کابل سے میرزا کامراں کے آدمی عقابین کی پہاڑی کی طرف حضرت بادشاہ کے لشکر میں گولے پھینکتے رہتے تھے۔ اس پر بادشاہی آدمیوں نے میرزا عسکری کو سامنے لاکر کھڑا کر دیا۔ بادشاہی سپاہ بہت مستعدی دکھاتی تھی اور میرزا کامراں کی فوج بھی قلعہ سے نکل کر جنگ کرتی تھی۔ اور طرفین کے آدمی قتل ہوتے رہتے تھے۔ اکثر حضرت بادشاہ کے آدمیوں کا پلہ بھاری رہتا تھا اور میرزا کامراں کے آدمیوں کو قلعہ سے نکلنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ حضرت بادشاہ بچوں، عورتوں عام لوگوں اور اپنے گھر کے آدمیوں کے خیال سے توپ یا بندوق چلانے کی اجازت نہ دیتے تھے۔ اور شہر کے اندر گھروں میں باہر سے پانی لیجانے

کی آپ نے ممانعت نہیں کی۔

جب محاصرہ کسی طرح ختم ہوتا نظر نہ آیا تو بیگمات نے خواجہ دوست خاوند مدار بچہ کو حضرت بادشاہ کے پاس بھیجکر یہ کہوایا کہ خدا کے لیے میرزا کامراں جو درخواست کریں اُسے آپ قبول کریں اور بندگان خدا کو تکلیف سے نجات دیں۔

حضرت بادشاہ نے باہر سے ان کے لیے نو بھیڑیں، سات شیشہ گلاب ایک شیشہ آب لیموں، سات طرح کے نو نو کپڑے، اور چند سلی ہوئی صدریاں بھیجیں اور لکھا کہ تمہارے خیال سے ہیں قلعہ پر حملہ نہیں کرتا کیونکہ مجھے اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں نصیب اعدا میرزا کامراں تم سے کوئی بدسلوکی نہ کرے۔

ان ہی دنوں محاصرہ کے دوران ہیں جہاں سلطان بیگم نے دو سال کی عمر میں انتقال کیا۔ حضرت بادشاہ نے بیگمات کو لکھا کہ اگر ہم قلعہ پر حملہ کریں تو تھوڑی دیر کے لیے میرزا محمد اکبر کو کہیں چھپا دینا۔

غرض ہمیشہ لوگ شام کی نماز سے صبح تک قلعہ پر پہرہ دیتے تھے اور اکثر کچھ نہ کچھ شور و غوغا برپا رہتا تھا۔ جس رات میرزا کامراں قلعہ چھوڑکر بھاگنے والے تھے اُس دن شام کی نماز کا وقت گزرا اور عشا کا وقت ہو گیا مگر خلاف معمول کوئی شور نہیں ہوا۔ قلعہ میں ایک تنگ زینہ تھا جس سے لوگ فصیل کے اوپر آتے جاتے تھے۔ اُس دن رات کو جب سب لوگ آرام سے سو رہے تھے کہ اتنے میں یکایک زینہ کی طرف سے زرہ بکتر اور ہتھیاروں کی جھنکار سنائی دی۔ ہم نے ایک دوسرے

سے کہا یہ کیسا شور ہے ؟ ہم نے اُٹھ کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ جلو خانہ کے
سامنے قریباً ایک ہزار آدمیوں کا مجمع ہے۔ ہم سوچتے تھے کہ دیکھئے ا
کیا ہوتا ہے۔ اس اثنا میں میرزا کامران اچانک قلعہ سے نکل گئے۔
قراچہ خاں کے بیٹے بہادر خاں نے آکر خبر کی کہ میرزا کامراں بھاگ گئے
ہیں۔ خواجہ معظم کو دیوار کے اوپر سے رسّی لٹکا کر باہر نکالا گیا۔ جس مکا
میں ہم لوگ بند تھے اس کے دروازہ کو ہمارے آدمیوں نے کھول دیا
بیگہ بیگم نے اصرار کیا کہ چلو اپنے اپنے مکانوں میں چلے جائیں۔ میں نے
کہا ابھی ذرا انتظار کرنا چاہئے۔ گلی کی طرف سے جانا ہوگا۔ شاید حضرت
بادشاہ خود ہی کسی کو ہمیں لانے کے لئے بھیجیں گے۔ اتنے میں عنبر ناظر
آیا اور اس نے کہا کہ حضرت بادشاہ نے فرمایا ہے کہ جب تک میں آؤں
تم لوگ اسی مکان میں رہو۔ باہر نہ نکلو۔ کچھ دیر بعد آپ تشریف لائے ا
مجھے اور دلدار بیگم کو گلے لگایا۔ اور بیگہ بیگم اور حمیدہ بانو بیگم سے ملے
اور کہا آؤ جلدی سے یہاں سے نکل چلو۔ خدا دوستوں کو ایسے مکان
سے بچائے اور دشمنوں کو نصیب کرے۔ عنبر ناظر سے آپ نے کہا ایک
تم گھر سے ہو جاؤ اور دوسری طرف تردی بیگ خاں اور بیگمات کو
باہر سے آؤ۔ غرض سب اس مکان سے نکلے۔ اور اس رات ہم سب حضرت
بادشاہ کے پاس رہے اور ہنسی خوشی میں ساری رات گزاری۔ ماہ چوچک
اور خانش آغا اور بعض اور بیگمات جو لشکر کے ساتھ ساتھ حضرت بادشاہ کی
ہمراہی میں آئی تھیں ان سب سے ہم گلے ملے۔

جب حضرت بادشاہ بدخشاں میں تھے تو ماہ چوچک بیگم کے ہاں لڑکی ہوئی تھی۔ اسی رات کو آپ نے خواب میں دیکھا کہ فخر النسا اور دولت بخت دونوں دروازہ سے اندر آئیں اور کچھ چیز لائیں اور سے آپ کے آگے لاکر رکھ دیا۔ آپ نے اس خواب پر بہت غور کیا کہ اس کی کیا تعبیر ہوسکتی ہے۔ آخر آپ کے ذہن میں یہ بات آئی کہ جو لڑکی ہوئی ہے اس کا نام ان دونوں عورتوں کے نام پر رکھا جائے۔ مختصر طور پر ایک کے نام سے بخت اور دوسری کے نام سے نسا لیکر بخت نسا بیگم نام رکھدیا۔

ماہ چوچک بیگم کی چار لڑکیاں تھیں اور دو لڑکے۔ بخت نساء بیگم سکینہ بانو بیگم، آمنہ بانو بیگم، محمد حکیم میرزا، فرخ فال میرزا۔ جب حضرت بادشاہ ہندوستان کی طرف روانہ ہوئے تو ماہ چوچک بیگم کے ہاں بچہ ہونے والا تھا۔ کابل میں ان کے ہاں لڑکا پیدا ہوا جس کا نام فرخ فال رکھا گیا۔ تھوڑے دن کے بعد خانش آغا کے ہاں بھی لڑکا پیدا ہوا اس کا نام آپ نے ابراہیم سلطان میرزا رکھا۔ ایران سے واپس آنے کے بعد ڈیڑھ سال تک آپ صحت اور سلامتی سے خوش وخرم کابل میں رہے۔

میرزا کامراں کابل سے بھاگ کر بدخشاں چلے گئے تھے اور اب طالقان میں مقیم تھے۔ حضرت بادشاہ کا قیام اورنہ باغ میں تھا۔ ایک دن صبح جب آپ نماز کے لئے اٹھے تو یہ سنا کہ میرزا کامراں کے اکثر امراء جو اب آپ کی ملازمت میں تھے بھاگ گئے ہیں۔ قراچہ خاں اور صاحب خاں، مبارز خاں اور بابوس اور بہت سے بدبخت راتوں رات

بھاگ کر بدخشاں چلے گئے اور میرزا کامراں کے ساتھ شامل ہو گئے۔
حضرت بادشاہ ساعت نیک میں بدخشاں کی طرف روانہ ہوئے اور میرزا کامراں طالقان میں محصور ہو گئے۔ کچھ عرصہ کے بعد میرزا کامراں نے اطاعت اور فرمانبرداری قبول کرلی اور حضرت بادشاہ کے حضور میں باریاب ہوئے۔ آپ نے کولاب ان کو دیدیا اور قلعہ ظفر میرزا سلیمان کو۔ قندھار میرزا ہندال کو اور طالقان میرزا عسکری کو عنایت فرمایا۔
ایک دن آپ نے اپنا خیمہ کشم میں نصب کیا تھا اور سب بھائی ایک جگہ جمع تھے۔ حضرت ہمایوں بادشاہ۔ میرزا کامراں، میرزا عسکری، میرزا ہندال، اور میرزا سلیمان۔

آپ نے فرمایا ہاتھ دھونے کے لئے آفتابہ اور چلمچی لاؤ۔ ہم سب ملکر کھانا کھائیں گے۔ پہلے حضرت بادشاہ نے ہاتھ دھوئے اس کے بعد میرزا کامراں نے۔ میرزا سلیمان بلحاظ عمر میرزا عسکری اور میرزا ہندال سے بڑے تھے۔ اس لئے تعظیم کے خیال سے ان دونوں بھائیوں نے آفتابہ اور چلمچی میرزا سلیمان کے آگے رکھدی۔ ہاتھ دھونے کے بعد میرزا سلیمان نے اپنی ناک چلمچی میں صاف کردی۔ اس پر میرزا عسکری اور میرزا ہندال بہت خفا ہوئے اور کہا یہ کیا گنوارپن ہے۔ اول ہم لوگوں کی بھلا کیا مجال ہے کہ حضرت بادشاہ کے سامنے ہاتھ دھوئیں۔ آپ نے ہم پر یہ عنایت فرمائی اور حکم دیا تو خیر ہم خلاف حکم نہ کر سکے۔ مگر اس بیتی

جنابانی کی ادا کے کیا معنے؟ میرزا عسکری اور میرزا ہندال نے باہر جاکر اپنے ہاتھ دھوئے اور پھر آکر بیٹھے۔ میرزا سلیمان بہت شرمندہ ہوئے۔

غرض سب بھائیوں نے مل کر ایک دستر خوان پر کھانا کھایا۔ اس مجلس میں حضرت بادشاہ نے مجھ ناچیز کو یاد فرما کر اپنے بھائیوں سے کہا لاہور میں گلبدن بیگم نے کہا تھا کہ اس کی یہ آرزو ہے کہ اپنے سب بھائیوں کو اکٹھا دیکھے۔ صبح سے جب سے ہم یہاں جمع ہیں اس کی یہ بات میرے دل میں آرہی ہے۔ انشاء اللہ تعالےٰ ہماری یک جہتی کو حق سبحانہ اپنے حفظ و امان میں رکھے گا بخدا میرے دل کو یہ گوارا نہیں کہ کسی مسلمان کا بھی نقصان کروں۔ چہ جائیکہ اپنے بھائیوں کا زیاں چاہوں۔ خدا تم سب کو یہ توفیق دے کہ ہمیشہ ایک دوسرے کے موافق اور معاون رہو۔ سب لوگوں میں ایک عجیب انبساط اور خوشی رونما تھی۔ اکثر امراء اور ملازمین ایک دوسرے کے بھائی بند تھے مگر اپنے آقاؤں کی ناچاقی کی وجہ سے وہ بھی ایک دوسرے سے جدا ہو گئے تھے بلکہ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے۔ اب یہ سب ایک جگہ اکٹھے ہو کر ہنسی خوشی میں اپنا وقت گزار رہے تھے۔

بدخشاں سے واپس آکر ڈیڑھ سال تک حضرت بادشاہ کابل میں رہے۔ اس کے بعد آپ نے بلخ کا قصد کیا اور وہاں پہنچکر آپ نے باغ دلکشا میں قیام فرمایا۔ آپ کی قیام گاہ باغ کے نیچے کے حصہ کے سامنے تھی اور قریب ہی کلی بیگ کی حویلی میں بیگمات ٹھیری تھیں۔

بیگمات نے کئی دفعہ حضرت بادشاہ سے کہا۔ آج کل رواج کی خوب بہار ہوگی۔ آپ نے فرمایا جب میں لشکر کے ساتھ شامل ہو تے جاؤں گا تو کوہ دامن کے راستے جاؤں گا۔ اس طرح تمھیں رواج کی سیر کرنے کا موقع مل جائے گا۔ ظہر کی نماز کے وقت آپ گھوڑے پر سوار ہو کر باغ دلکشا میں آئے۔ حویلی کلی بیگ قریب تھی اور وہاں سے باغ دکھائی دیتا تھا۔ آپ حویلی کے سامنے آکر رُکے اور بیگمات نے جب آپ کو دیکھا تو سب نے کھڑے ہو کر کورنش کی۔ جو ہی بیگمات نے کورنش کی آپ نے اپنے دست مبارک سے اشارہ کیا کہ آؤ چلیں۔

فخر النسا اور افغانی آغاچہ اور سب سے ذرا آگے تھیں۔ باغ دلکشا کی پہاڑی کے دامن میں ایک نہر تھی۔ افغانی آغاچہ اس نہر میں سے نہ گزر سکیں اور گھوڑے پر سے گر پڑیں۔ اس حادثہ کی وجہ سے ایک گھنٹہ تک وہاں رُکنا پڑا۔ ایک گھنٹہ کے بعد پھر حضرت بادشاہ کی ہمراہی میں روانہ ہوئے ماہ چوچک بیگم اپنے گھوڑے پر بے خیال بیٹھی تھیں۔ اتنے میں ان کا گھوڑا ذرا بدکنے لگا۔ حضرت بادشاہ ان باتوں سے بہت پریشان ہوئے۔ باغ دلکشا ذرا بلندی پر تھا اور ابھی اس کے گرد دیواریں نہیں بنی تھیں آپ کے چہرہ مبارک میں کلفت کے آثار ہویدا ہوئے۔ فرمایا کہ تم لوگ آگے جاؤ۔ میں ذرا افیون کھا کر اور اپنی طبیعت درست کر کے آؤں گا آپ کے ارشاد کے مطابق ہم لوگ ابھی تھوڑی دور ہی آگے گئے تھے کہ آپ پیچھے سے تشریف لے آئے۔ اب آپ کے چہرہ سے کلفت کے آثار

بالکل غائب ہو گئے تھے اور آپ بہت ہشاش بشاش نظر آتے تھے۔ چاندنی رات تھی اور ہم خوب آپس میں باتیں کرتے ہوئے اور کہانیاں سناتے ہوئے چلے جا رہے تھے۔ اور خانش آغاچہ اور ظریف گریہ اور سرو سہی اور شاہم آغا دھیمے دھیمے سرالاپ رہی تھیں۔

لغمان پہنچنے تک بادشاہی خیمے اور خرگاہ اور بارگاہ اور بیگمات کے خیمے ابھی تک نہیں آئے تھے۔ مگر خیمہ مہر آہیز آ گیا تھا۔ حضرت بادشاہ کے ساتھ ہم سب اور حمیدہ بانو بیگم اسی خیمہ میں دو پہر سے تین گھڑی رات تک بیٹھے رہے۔ اور پھر وہیں اس قبلۂ حقیقی کے سایہ عاطفت میں سو گئے۔ دوسرے دن صبح سویرے آپ نے کہا کہ چلو پہاڑ پر جا کر رواج کی سیر کریں۔ بیگمات کے گھوڑے گاؤں میں تھے۔ ان کے آتے آتے سیر کا وقت جاتا رہتا۔ آپ نے حکم دیا کہ باہر جس کسی کا گھوڑا ہو لے آؤ۔ جب گھوڑے آ گئے تو آپ نے ہم سے کہا کہ سوار ہو جاؤ۔

بیگہ بیگم اور ماہ چوچک بیگم ابھی کپڑے پہن رہی تھیں۔ میں نے حضرت بادشاہ سے کہا حکم ہو تو میں جا کر انھیں لے آؤں۔ آپ نے کہا ہاں جلدی سے جا کر انھیں لے آؤ۔ میں نے جا کر بیگہ بیگم اور ماہ چوچک بیگم وغیرہ بیگمات سے کہا حضرت بادشاہ کے سر کی قسم آپ لوگوں نے بھی خوب انتظار کروایا غرض ان سب کو میں جلدی جلدی جمع کر کے لا رہی تھی کہ حضرت بادشاہ سامنے سے آ گئے اور فرمایا گلبدن اب تو جانے کا وقت نہیں رہا۔ وہاں پہنچتے پہنچتے ہوا گرم ہو جائے گی۔ انشاءاللہ اب ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد

جائیں گے۔

آپ بھی اسی خیمہ میں بیٹھ گئے۔ ظہر کی نماز کے بعد گھوڑوں کے آنے تک دو نمازوں کے بیچ کا وقت ہوگیا۔ تو آپ روانہ ہوئے۔ پہاڑ کے دامن میں ہر جگہ رواج کے پھول پتے کھل رہے تھے۔ ہم پہاڑی وادیوں میں سیر کرتے پھرے۔ اتنے میں شام ہوگئی وہیں شامیانہ اور خیمہ کھڑا کر کے آرام سے بیٹھ گئے۔ اور اس رات سب نے ملکر خوب ہنسی خوشی میں وقت گزارا۔ اور سب اس قبلہ حقیقی کے قرب میں رہے۔ صبح نماز کے وقت آپ باہر تشریف لے گئے اور وہاں سے بیگہ بیگم اور حمیدہ بانو بیگم۔ ماچوچک بیگم اور مجھے اور سب بیگمات کو الگ الگ خط لکھکر بھیجے کہ اپنے قصور پر نادم ہو کر تحریری معذرت کرو۔ میں انشاء اللہ فرضہ یا استالیف میں تم سے رخصت ہو کر لشکر کی طرف روانہ ہو جاؤں گا یا نہیں تو ابھی سے خبر یا د کہتا ہوں۔

آخر سب بیگمات نے عذر خواہی لکھکر خدمت اقدس میں بھجوا دی۔ اس کے بعد حضرت بادشاہ اور بیگمات لغمان سے روانہ ہو کر بہزادی پہنچے۔ اور رات کو سب اپنی اپنی قیام گاہ میں چلے گئے۔ صبح کو اٹھ کر ناشتہ کیا اور پھر ظہر کی نماز کے وقت روانہ ہو کر فرضہ پہنچے۔

حمیدہ بانو بیگم نے ہم سب کے ہاں نو نو بھیڑیں بھیجیں۔ ہمارے آنے سے ایک دن پہلے بی بی دولت بخت فرضہ میں آگئی تھیں اور انھوں نے بہت سی کھانے کی چیزیں دودھ، دہی، شیرہ اور شربت وغیرہ تیار کر رکھی تھیں۔ رات آرام سے گزارنے کے بعد ہم لوگ فرضہ کی پہاڑی پر گئے

وہاں ایک بہت اچھا آبشار ہے۔ قضہ سے حضرت بادشاہ اسنالیف گئے اور تین دن وہاں ٹھہرنے کے بعد ۹۵۵ھ میں بلخ کی طرف روانہ ہوئے پہاڑی درّہ سے گزرنے کے بعد آپ نے میرزا کامران، میرزا سلیمان اور میرزا عسکری کو بلانے کے لئے فرمان بھیجے اور لکھا کہ ہم ازبکوں سے جنگ کرنے جا رہے ہیں۔ یہ یک جہتی اور برادرانہ امداد کا وقت ہی۔ جلدی یہاں آجاؤ۔ میرزا سلیمان اور میرزا عسکری آکر آپ کے ساتھ شامل ہو گئے اور انھیں ساتھ لیکر آپ منزلیں طے کرتے ہوئے بلخ پہنچ گئے۔

پیر محمد خاں بلخ میں تھا۔ جس دن حضرت بادشاہ وہاں پہنچے اسی دن پیر محمد خاں کے آدمی جنگ کے لئے شہر سے نکلے۔ بادشاہی لشکر غالب آیا اور پیر محمد خاں کے آدمی شکست کھا کر شہر کے اندر چلے گئے۔ اس صبح پیر محمد خاں نے اپنے دل میں یہ فیصلہ کر لیا کہ چغتائی زوروں پر ہیں میں ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ بہتر یہ ہے کہ شہر چھوڑ کر چلا جاؤں۔ اِدھر بادشاہی امرا میں سے کسی نے حضرت بادشاہ سے یہ عرض کی کہ لشکرگاہ میں غلاظت بہت ہو گئی ہے۔ اگر یہاں سے اٹھا کر صحرا کی طرف خیمے لگائے جائیں تو اچھا ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں یہی کیا جائے۔ جوں ہی کہ اسباب وغیرہ اٹھایا جانا شروع ہوا آدمیوں میں ایک کھلبلی مچ گئی اور بعض آدمیوں نے یہ منادی کر دی کہ کوئی واپس نہ آئے۔ خدا کی کچھ یہی مرضی تھی کہ بغیر دشمن سے شکست کھائے اور بغیر کسی اور سبب کے بادشاہی سپاہی واپس روانہ ہو گئے۔ جب ازبکوں کو خبر ہوئی کہ بادشاہی لشکر واپس جا رہا ہے

تو وہ بہت متعجب ہوئے۔ افسروں نے اپنے آدمیوں کو روکنے کی بہت کوشش کی مگر انہوں نے کچھ لحاظ نہ کیا اور کسی طرح روکے نہ رُکے۔ اور سب کے سب مُنہ اُٹھا کر چلے گئے۔ حضرت بادشاہ کچھ دیر ٹھیرے رہے مگر جب آپ نے دیکھا کہ کوئی بھی پاس نہیں رہا تو مجبوراً آپ بھی چل کھڑے ہوئے میرزا عسکری اور میرزا ہندال کو یہ خبر نہ تھی کہ بادشاہی لشکر پراگندہ ہو گیا ہے۔ جب وہ آئے تو دیکھا کہ لشکر کی جائے قیام خالی پڑی ہے اور ازبک شہر سے باہر نکلنے کے لئے تیار ہیں۔ یہ دیکھکر وہ قندوز کی طرف چلے گئے۔ حضرت بادشاہ تھوڑی دور جاکر رُک گئے اور کہا کہ میرے بھائی اب تک نہیں آئے۔ میں کس طرح انہیں چھوڑ کر چلا جاؤں۔ آپ کے گرد و پیش جو امرا رہے تھے اُن سے آپ نے کہا کہ کوئی جاکر میرزا عسکری اور میرزا ہندال کی خبر لے آؤ۔ مگر کسی نے جواب نہیں دیا اور نہ کوئی گیا۔ اس کے بعد قندوز سے میرزا ہندال کے آدمیوں کے ذریعہ خبر ملی۔ ان آدمیوں نے یہ لکھا تھا کہ بادشاہی لشکر کو ہزیمت ہوئی۔ اور ہمیں یہ معلوم نہیں کہ میرزا ہندال اور میرزا عسکری کہاں چلے گئے۔ حضرت بادشاہ یہ خط پڑھ کر بہت مضطرب اور پریشان ہوئے۔ خضر خواجہ خاں نے کہا اگر حکم ہو تو میں خبر لاؤں۔ حضرت بادشاہ نے کہا خدا تمہارا بھلا کرے۔ مجھے خدا سے یہ امید ہے کہ میرزا ہندال بخیریت قندوز پہنچ گئے ہوں گے۔ دو دن کے بعد خضر خواجہ میرزا ہندال کی خبر لائے کہ واقعی آپ خیر و عافیت سے قندوز پہنچ گئے ہیں۔ حضرت بادشاہ یہ سنکر خوش ہوئے۔

میرزا کامراں ان دنوں کولاب میں تھے۔ وہاں نزخاں بیگہ نام کی ایک عورت تھی جو بہت چالاک اور مکار تھی۔ اس نے میرزا کامراں کو یہ پٹی پڑھائی کہ حرم بیگم سے اظہار تعشق کرو۔ اس میں بہت سے فائدے ہیں۔ میرزا کامراں اس ناقص العقل کی بات میں آ گئے اور ایک خط اور رومال بیگہ کے ہاتھ حرم بیگم کے پاس بھجوایا۔ اس عورت نے خط اور رومال لیجا کر حرم بیگم کے آگے رکھ دیا اور میرزا کامراں کا سلام کہا اور ان کی طرف سے بہت اشتیاق کا اظہار کیا۔ حرم بیگم نے جواب دیا ابھی یہ خط اور رومال اپنے پاس رہنے دو۔ جب میرزا یان باہر سے آجائیں گے تو پھر یہ خط اور رومال لانا۔ بیگہ آغاچہ نے بہت گریہ زاری کے ساتھ منت وسماجت کی اور کہا کہ یہ خط اور رومال تو میرزا کامراں نے آپ کو بھیجا ہے۔ وہ مدت سے تم پر فریفتہ ہیں اور تم ان سے اس قدر بے مروتی کرتی ہو۔ یہ سنکر حرم بیگم بہت خفا ہوئیں اور میرزا سلیمان اور میرزا ابراہیم کو اسی وقت باہر سے بلایا اور اُن سے کہا معلوم ہوتا ہے کہ میرزا کامراں تم لوگوں کی بزدلی اور بے غیرتی کو خوب جان گیا ہے جو اس نے مجھے اس قسم کا خط لکھا ہے۔ کیا میں اسی قابل ہوں کہ وہ مجھے اس طرح لکھے۔ میرزا کامراں تمہارے بڑے بھائی ہیں اور میں اُن کی بہو کی طرح ہوں۔ بھلا وہ مجھے ایسا خط بھیج سکتے ہیں۔ پکڑ و اس چروا کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو تاکہ دوسروں کے لئے عبرت ہو۔ اور آیندہ کوئی کسی دوسرے کے اہل وعیال کو بُری نظر سے نہ دیکھے اور کوئی فاسد خیال

دل میں نہ لائے۔ یہ بھی تو اپنی ماں کی جنی ہے بھلا اس کو ایسے پیغام سلام کرتے شرم نہ آئی۔ اور پھر میرے خاوند اور بیٹے کا بھی اسے ڈر نہ ہوا۔ فوراً بیگی آغا بی بی کو پکڑ کر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے گئے۔ اس کی قسمت میں اسی طرح خون ہونا تھا۔ میرزا سلیمان اور میرزا ابراہیم اس وجہ سے میرزا کامراں سے بہت ناراض ہو گئے بلکہ اُن سے دشمنی ہو گئی اور انھوں نے حضرت بادشاہ کو لکھا کہ میرزا کامراں آپ سے بغاوت کا ارادہ کر رہا ہے۔ اس کی مخالفت اس سے زیادہ اور کیا صاف ظاہر ہو گی کہ جب آپ نے بلخ کا قصد کیا تھا تو وہ آکر آپ کے ساتھ شامل نہیں ہوا تھا اس کے بعد کولاب میں میرزا کامراں ایسے ہراساں اور پریشان ہو گئے کہ انھیں سوائے اس کے اور کوئی تدبیر نہ سوجھی کہ کہیں اِدھر اُدھر چلے جائیں۔ انھوں نے اپنے بیٹے ابوالقاسم میرزا کو میرزا عسکری کے پاس بھیج دیا۔ اور اپنی بیٹی عائشہ سلطان بیگم کو ساتھ لیکر طالقان کی سمت میں چلے گئے۔ اور اپنی بیوی محترمہ خانم سے کہہ گئے کہ تم اپنی بیٹی کے ساتھ بعد میں میرے پاس آجانا۔ جہاں کہیں مجھے ٹھکانا ملا میں وہاں تمھیں بلا لوں گا۔ فی الحال تم خوست اور اندراب میں جا کر رہو۔ محترمہ خانم کی بعض خانان اوزبک سے قرابت تھی۔ ان ازبکوں میں ان کے کچھ رشتہ دار تھے۔ انھوں نے اپنے ہم قوموں کو یہ سمجھا دیا کہ اگر تم مال غنیمت چاہتے ہو تو مال اسباب لونڈی غلام موجود ہیں انھیں لے لو اور بیگمات کو بلا روک ٹوک جانے دو۔

کیونکہ اگر عائشہ سلطان خانم کے بھتیجے نے کل کو یہ سُنا تو وہ ضرور تم سے بہت ناراض ہو گا۔ غرض بہت سے حیلے حوالوں سے اور ایک حیرانی اور بے سروسامانی میں عائشہ سلطان خانم اوزبک لٹیروں سے چھٹکارا پاکر خوست اور اندراب پہنچیں اور وہاں قیام کیا۔

جب میرزا کامراں کو بلخ کی ناکام مہم کی خبر ملی تو انھوں نے اپنے دل میں سوچا کہ حضرت بادشاہ اب پہلے کی طرح مجھ پر مہربان نہیں رہے وہ کولاب سے نکلکر اِدھر اُدھر تاک میں پھرنے لگے۔

حضرت بادشاہ کابل سے نکلکر قپچاق پہنچے تھے۔ وہاں ایک نشیب جگہ میں آپ نے قیام کیا تھا اور میرزا کامراں کی نیت سے بیخبر تھے۔ موقع پاکر میرزا کامراں پہاڑی کے اوپر سے اپنی فوج لیکر آگئے اور دفعتاً حضرت کے دشمنوں کے سرپر ٹوٹ پڑے خدا کی مرضی کچھ یہی تھی کہ ایک کور باطن، گردن شکستہ ظالم ستمگار بدبخت نابکار نے حضرت بادشاہ کو زخمی کردیا۔ آپ کے سر مبارک میں زخم آیا اور آپ کی پیشانی اور آنکھیں خون آلودہ ہو گئیں۔ اسی طرح ایک دفعہ حضرت فردوس مکانی بابر بادشاہ مغلوں سے جنگ کرتے ہوئے زخمی ہو گئے تھے۔ آپ کے سر پر جو تلوار کا وار ہوا تھا اس سے آپ کی ٹوپی اور دستار نہیں کٹی تھی مگر آپ کے سر مبارک میں زخم آگیا تھا۔ حضرت ہمایوں بادشاہ ہمیشہ اس پر تعجب کیا کرتے تھے کہ یہ کیا بات ہے کہ ٹوپی اور دستار ثابت رہے اور سر زخمی ہو جائے۔ مگر اب آپ کے سر مبارک کو بھی

بالکل ایسا ہی حادثہ پیش آیا۔

حضرت بادشاہ دشت قپچاق کی شکست کے بعد بدخشاں چلے گئے۔ یہاں میرزا سلیمان۔ میرزا ہندال اور میرزا ابراہیم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس کے بعد آپ کابل کی طرف روانہ ہوئے اور مذکورہ بالا میرزایان بھی آپ کی ہوا خواہی میں یک دل اور یکجہت ہو کر آپ کے ساتھ تھے۔ اتنے میں میرزا کامراں حملہ آور ہونے کے لئے قریب آ پہنچے۔ حضرت بادشاہ نے کہا ہماری بہو حرم بیگم سے جا کر کہو کہ جلدی جلدی اپنے لشکر کو آراستہ کر کے بدخشاں بھیج دیں۔ حرم بیگم نے ذرا سی دیر میں کئی ہزار گھوڑے اور ہتھیار اپنے آدمیوں میں تقسیم کر دیے اور سب ساز و سامان کر کے خود اپنے لشکر کے ہمراہ پہاڑی درّہ تک آئیں۔ وہاں سے لشکر کو حضرت بادشاہ کے پاس آگے روانہ کیا اور خود واپس چلی گئیں۔ یہ لشکر حضرت بادشاہ کی مدد کے لئے پہنچ گیا۔ چارکان یا قرا باغ میں میرزا کامراں سے جنگ ہوئی۔ بادشاہی لشکر غالب آیا۔ آپ کی فتح ہوئی اور میرزا کامراں شکست کھا کر پہاڑی درّہ اور لمغانات کی سمت میں بھاگ گئے۔

میرزا کامراں کے داماد آق سلطان نے ان سے کہا۔ آپ ہمیشہ ہمایوں بادشاہ کی مخالفت پر تلے رہتے ہیں۔ یہ کیا بات ہے؟ یہ مناسب نہیں۔ یا تو آپ حضرت بادشاہ کی اطاعت اور فرمانبرداری اختیار کریں یا مجھے اجازت دیں کہ میں یہاں سے چلا جاؤں تاکہ لوگ مجھے

آپ سے الگ سمجھیں۔ میرزا کامراں نے درشتی سے جواب دیا تو میرا اب یہ حال ہوگیا کہ یہ بھی میرا ناصح بنتا ہے۔ آق سلطان نے خفا ہو کر کہا اگر اب بھی میں آپ کے پاس رہوں تو حلال بھی مجھ پر حرام ہے آق سلطان اُسی وقت میرزا کامراں سے جدا ہو کر بھکر چلے گئے اور اپنی بیوی کو بھی ساتھ لے گئے۔ مگر میرزا کامراں نے شاہ حسین میرزا کو لکھا کہ آق سلطان ہمیں ناراض کرکے چلا گیا ہے۔ اگر وہ وہاں آئے تو اسکو اپنی بیوی کی ہمراہی میں نہ جانے دینا۔ بلکہ بیوی کو اس سے جدا کر دینا اور اس سے کہنا کہ جہاں تیرا جی چاہے چلا جا۔ اس کامرانی فرمان کے پہنچتے ہی شاہ حسین میرزا نے حبیبہ بیگم کو آق سلطان کے تصرف سے الگ کر دیا۔ اور آق سلطان کو مکہ معظمہ جانے کی اجازت دے دی اسی چارکاران کی جنگ میں قراچہ خاں اور میرزا کامراں کے اور بہت سے نامی آدمی قتل ہوئے۔

عائشہ سلطان بیگم اور دولت بخت آغاچہ بھاگ کر قندھار کی طرف گئیں۔ بادشاہی آدمیوں نے انھیں تکیہ حمار میں گرفتار کرلیا اور حضرت بادشاہ کے پاس لے آئے۔ میرزا کامراں افغانوں کے ساتھ جا ملے اور ان کے پاس رہنے لگے۔

حضرت بادشاہ کبھی کبھی نارنگیوں کا باغ دیکھنے جایا کرتے تھے۔ اس سال بھی حسب معمول پہاڑ کی وادیوں میں نارنگی کے باغوں کی سیر کرنے گئے۔ میرزا ہندال آپ کے ساتھ تھے۔ بیگمات میں سے بیگہ بیگم

حمیدہ بانو بیگم۔ ماہ چوچک بیگم اور بعض اور عورتیں آپ کے ساتھ تھیں ہیرا لڑکا سعادت یار ان دنوں بیمار تھا۔ اس لئے میں نہیں جا سکی۔ ایک دن پہاڑی درّوں کے قریب حضرت بادشاہ شکار کھیل رہے تھے اور میرزا ہندال آپ کے ہمراہ تھے۔ اچھا شکار کثرت سے تھا۔ جس طرف میرزا ہندال شکار کھیل رہے تھے حضرت بادشاہ بھی اُسی طرف آ گئے۔ میرزا نے بہت سے جانوروں کا شکار کیا تھا۔ اور چنگیزخانی دستور کے مطابق آپ نے یہ سب حضرت بادشاہ کو پیش کر دیا۔ تورہ چنگیزخاں کی یہی رسم ہے کہ چھوٹے اپنے بڑوں سے اس طرح پیش آتے ہیں۔ غرض اپنا سب شکار حضرت بادشاہ کو دینے کے بعد میرزا کے دل میں خیال آیا کہ بہنوں کا بھی تو حصہ ہونا چاہئے کہیں وہ شکایت نہ کریں۔ کچھ اور شکار کر کے بہنوں کے لئے لے جاؤں۔ میرزا ہندال دوبارہ شکار کھیلنے میں مشغول ہو گئے۔ ایک جانور کا شکار کر کے آپ واپس آ رہے تھے۔ میرزا کامراں نے ایک آدمی کو مقرر کیا تھا اور وہ آپ کے راستہ میں چھپا بیٹھا تھا۔ میرزا ہندال بالکل بے خبر تھے۔ اس شخص نے ایک تیر چلایا اور وہ تیر آپ کے کندھے میں آ کر لگا۔ آپ نے سوچا کہ کہیں میری بہنیں یا گھر کی عورتیں یہ سنکر بہت پریشان نہ ہو جائیں۔ اس لئے آپ نے اسی وقت یہ لکھ کر بھجوا دیا کہ رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت۔ تم سب اطمینان رکھو۔ میں اچھی طرح ہوں۔ گرمی کا موسم ہو گیا تھا اس لئے حضرت بادشاہ واپس کابل آ گئے۔ میرزا ہندال کے جو تیر کا زخم لگا تھا وہ ایک سال میں اچھا ہوا۔

ایک سال بعد خبر آئی کہ میرزا کامراں دوبارہ فوج جمع کرکے جنگ کرنے کے قابل ہو گئے ہیں۔ حضرت بادشاہ بھی سامان جنگ کرکے پہاڑی درّوں کی طرف روانہ ہوئے۔ میرزا ہندال بھی آپ کے ساتھ گئے۔ خیر و سلامتی سے وہاں پہنچکر آپ نے نزول اجلال فرمایا۔ جاسوس برابر یہ خبر لا رہے تھے کہ میرزا کامراں آج رات کو شب خون ماریں گے۔ میرزا ہندال نے حضرت بادشاہ کو مشورہ دیا کہ آپ بلندی پر چلے جائیں اور برادرم جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کو اپنے ساتھ رکھیں۔ بلند جگہ سے آدمی زیادہ اچھی طرح دیکھ بھال رکھ سکتے ہیں۔ اپنے آدمیوں کو بلاکر میرزا ہندال نے سب کی علیحدہ علیحدہ دلداری اور حوصلہ افزائی کی اور کہا کہ اپنی پہلی خدمات سب ایک طرف رکھو اور اس رات کی خدمت ایک طرف۔ اس رات کی خدمت کے عوض جو کچھ انعام مانگو گے انشاءاللہ تمھیں دیا جائے گا۔ آپ نے سب کو جگہ جگہ کھڑا کر دیا اور اپنے لیے زرہ بکتر اور جامہ ٹوپی اور خود طلب کیا۔ توشکچی نے کپڑوں کا بقچہ اٹھایا ہی تھا کہ اتنے میں ایک آدمی نے چھینک لی۔ توشکچی نے تھوڑی دیر کے لئے بقچہ پھر زمین پر رکھدیا۔ میرزا ہندال نے تاکید کے لئے آدمی بھیجا۔ جب اس تاکید کے بعد توشکچی بقچہ لیکر حاضر ہوا تو آپ نے پوچھا اس قدر دیر کیوں ہوئی اس نے جواب دیا کہ میں نے بقچہ اٹھایا ہی تھا کہ ایک شخص نے چھینک لی۔ اس وجہ سے میں نے بقچہ پھر رکھدیا اور یوں دیر ہو گئی۔ میرزا ہندال نے فرمایا۔ تم نے غلط کیا بلکہ یہ کہو کہ انشاءاللہ شہادت مبارک ہو۔ دوبارہ آپ نے کہا دوستو گواہ رہو کہ میں

سب حرام چیزوں سے اور ناشائستہ افعال سے توبہ کرتا ہوں۔ حاضرین نے دعا مانگی اور مبارکباد دی۔ فرمایا نیمچہ، جامہ اور زرہ لاؤ۔ یہ پہن کر آپ خندق میں گئے اور سپاہیوں کو حوصلہ دلایا اور تسلی دی۔ اتنے میں آپ کے طبقچی نے آپ کی آواز سُنی اور چلا کر فریاد کی کہ مجھ پر تلوار سے حملہ کر رہے ہیں۔ میرزا یہ آواز سنتے ہی گھوڑے سے اتر پڑے اور کہا یارو مردانگی سے بعید ہے کہ ہمارا طبقچی دشمن کی تلوار سے ہلاک ہو جائے اور ہم اس کی مدد نہ کریں۔ آپ خود خندق میں اُترے۔ سپاہیوں میں سے کسی کی یہ جرأت نہ ہوئی کہ گھوڑے سے اُتر کر آپ کے ساتھ جاتا۔ میرزا دو دفعہ خندق سے باہر نکلے اور دشمن پر حملہ کرتے رہے۔ اسی کشمکش میں آپ شہید ہوئے۔

نہیں معلوم کس ظالم بے رحم نے اس جوان کم آزار کو تیغ ظلم سے بیجان کر دیا۔ کاش اس تیغ بیدریغ کا وار میرے دل و دیدہ یا میرے بیٹے سعادت یار یا خضر خواجہ خاں پر ہوتا۔ ہائے افسوس ہزار افسوس ؎

اے دریغا اے دریغا اے دریغ
آفتابم شد نہاں در زیر میغ

غرض میرزا ہندال نے حضرت بادشاہ کیلئے اپنی جان قربان کی میر بابا دوست میرزا کو اٹھا کر ان کے خیمہ میں لے آئے اور کسی کو خبر نہ کی۔ افسروں کو بلا کر دروازہ پر کھڑا کر دیا اور کہا کہ کوئی آکر پوچھے تو کہہ دینا کہ میرزا بہت سخت زخمی ہوئے ہیں اور حضرت بادشاہ کا حکم ہے

کہ کوئی اندر نہ جائے۔

اس کے بعد میر بابا دوست نے حضرت بادشاہ سے جا کر کہا کہ میرزا ہندال زخمی ہو گئے ہیں۔ آپ نے کہا میرا گھوڑا لاؤ۔ میں جا کر انھیں دیکھوں گا مگر میر عبدالحی نے کہا ان کا زخم کاری ہے آپ کا جانا مناسب نہیں حضرت بادشاہ سمجھ گئے اور ہر چند آپ نے ضبط کیا نہ رک سکے اور رونے لگے جوسا ہی خضر خواجہ خاں کی جاگیر تھی۔ حضرت بادشاہ نے خضر خواجہ خاں کو بلا کر فرمایا کہ میرزا ہندال کی لاش کو جوسا ہی لے جا کر دفن کرو۔ خضر خواجہ خاں نے اونٹ کی مہار اپنے ہاتھ میں پکڑی اور نالہ و فریاد کرتے ہوئے روانہ ہوئے۔ حضرت بادشاہ نے یہ سنکر خضر خواجہ کو کہلا کر بھیجا کہ صبر کرنا چاہیے۔ میرا دل تم سے بھی زیادہ غمزدہ ہے لیکن اس ظالم خونخوار غنیم کی وجہ سے مجھے رونے کی مہلت نہیں۔ دشمن نزدیک ہے اور سوائے صبر کے چارہ نہیں۔ بہت غم و افسوس، رنج و الم کے ساتھ جوسا ہی میں میرزا ہندال کو سپرد خاک کیا گیا۔

اگر میرزا کامراں ظالم، برادر کش، بیگانہ پرور، اور بے رحم اس رات کو حملہ کرنے نہ آتا تو یہ بلا آسمان سے نازل نہ ہوتی۔ حضرت بادشاہ نے کابل خط لکھے اور جب آپ کی بہنوں کے پاس یہ خط پہنچے تو تمام کابل ماتم سرا بن گیا۔ اور در و دیوار اس سعادت مند شہید کے حال پر گریہ و فغاں کرنے لگے۔ گلچہرہ بیگم قراخاں کے مکان میں گئی ہوئی تھیں۔ جب وہ واپس آئیں تو گویا قیامت بپا ہو گئی اور اس قدر رونے دھونے سے

وہ بیمار اور جنونی ہوگئیں۔

اس دن کے بعد سے ہم نے پھر کبھی یہ نہیں سنا کہ میرزا کامراں کو اپنی کسی بات میں کامیابی نصیب ہوئی بلکہ روز بروز تنزل ہوتا گیا اور حالت ابتر ہوتی گئی اور آخر میں بالکل ہی برباد ہوگئی۔

یوں کہنا چاہیے کہ میرزا کامراں کی جان اور ان کی آنکھ کی بینائی میرزا ہندال تھے۔ اس شکست کے بعد میرزا کامراں بھاگ کر سیدھے شیر خاں کے بیٹے سلیم شاہ کے پاس پہنچے۔ سلیم شاہ نے انھیں ایک ہزار روپے دیے۔ میرزا کامراں نے اپنی کیفیت بیان کی اور مدد چاہی۔ سلیم شاہ نے میرزا کے سامنے کچھ نہیں کہا مگر بعد میں کہا کہ جو شخص اپنے بھائی ہندال کو قتل کر چکا ہو اس کی ہم کس طرح مدد کریں۔ ایسے آدمی کو نیست و نابود کر دینا ہی اچھا ہے۔

میرزا کامراں نے بھی سلیم شاہ کی یہ رائے کسی طرح سُن لی اور بغیر اپنے آدمیوں سے مشورہ کیے راتوں رات وہاں سے بھاگ جانے کی ٹھان لی۔ جب سلیم خاں کو میرزا کامراں کے بھاگ جانے کی خبر ہوئی تو اس نے میرزا کے آدمیوں کو قید کر دیا۔ میرزا کامراں بھیرہ اور خوش آب کے قریب پہنچ گئے مگر وہاں آدم گکھر نے بہت چالاکی اور چالبازی سے انھیں گرفتار کر لیا اور گرفتار کر کے حضرت بادشاہ کے پاس لے گیا۔ آخر یہ ہوا کہ سب خوانان، سلطانین، وضیع و شریف، صغیر و کبیر، سپاہی اور رعیت وغیرہ جو سب کے سب میرزا کامراں کے ہاتھوں ستم رسیدہ تھے ان سب نے

متفق ہو کر حضرت بادشاہ سے یہ عرض کی کہ حکومت اور بادشاہی میں رسم
برادری نہیں نبھ سکتی۔ اگر آپ کو بھائی کی خاطر منظور ہے تو بادشاہی چھوڑ
دیں اور اگر بادشاہ رہنا چاہتے ہیں تو ترک برادری کر دیں۔ یہ وہی میرزا
کامران ہے جس کی وجہ سے دشت تیچاق میں آپ کا سر مبارک کس بری
طرح زخمی ہوا۔ اور یہ وہی ہے جو مکر اور فریب سے افغانوں کے ساتھ
شامل ہو گیا اور جس نے میرزا ہندال کو قتل کیا۔ بہت سے چغتائی اس
کے ہاتھوں ہلاک ہو چکے ہیں۔ لوگوں کے بال بچے قید کی مصیبت جھیلتے
رہے اور ان کی ناموس و عزت برباد ہوئی۔ اب کوئی چارہ نہیں کیونکہ
آیندہ لوگوں کے اہل و عیال بند و عذاب کی تاب نہیں رکھتے۔ اور لوگ
(جو آپ کے دشمن ہیں) جہنم میں جائیں۔

ہماری جان مال اہل و عیال سب آپ کے ایک بال کے صدقے
ہوں۔ یہ آپ کا بھائی نہیں۔ یہ آپ کا دشمن ہے۔ قصہ مختصر سب نے
یک زبان ہو کر یہ کہا کہ ع

رخنہ گر ملک سر افگندہ بہ

حضرت بادشاہ نے جواب دیا۔ اگرچہ تمہاری یہ باتیں مجھے معقول معلوم
ہوتی ہیں مگر میرا دل گوارا نہیں کرتا۔ اس پر سب نے بہت فریاد کی اور
کہا کہ جو کچھ ہم لوگوں نے عرض کیا ہے وہ عین مصلحت ہے۔ حضرت بادشاہ
نے فرمایا کہ تم سب کی یہی خواہش ہے تو سب جمع ہو کر ایک محضر نامہ لکھکر
پیش کرو۔ دائیں بائیں سب طرف کے امرا نے جمع ہو کر تحریر پیش کر دی

اسی مصرع کے مطابق ع رخنہ گر ملک سر افگندہ بہ۔ حضرت بادشاہ مجبور ہو گئے۔

جب آپ رہتاس کے قریب پہنچے تو سید محمد کو حکم دیا کہ میرزا کامران کی دونوں آنکھوں میں سلائی پھیر دو۔ اس نے اسی وقت جا کر اس حکم کی تعمیل کی۔

اس کے بعد حضرت بادشاہ ....

تمت

اصطلاحات وحل مشکلات

(۱) **حضرت فردوس مکانی:** یعنی بابر بادشاہ جو وفات کے بعد اس لقب سے موسوم ہوئے۔ اسی طرح ہمایوں بادشاہ انتقال کے بعد جنت آشیانی کہلاتے تھے۔

(۲) **حضرت صاحب قرانی:** یعنی امیر تیمور۔ آپ اس لقب سے اس لئے موسوم تھے کہ آپ کی پیدائش کے وقت دو مبارک ستارے زہرہ اور مشتری کا قران ہوا تھا۔ یعنی اس وقت یہ دونوں سیارے ایک ہی برج آسمانی میں موجود تھے۔ امیر تیمور کے بعد شاہان تیموریہ میں شاہجہاں بادشاہ صاحب قران ثانی کہلائے۔

(۳) **چپان:** لمبی قطع کے لباس کے معنوں میں بھی یہ لفظ آتا ہے۔ ممکن ہے کہ اردو لفظ چکن اسی ترکی لفظ سے ماخوذ ہو۔

چاروق: یا چارق (ترکی) گنواروں اور مسافروں کے پہننے کی مضبوط مگر بھدی جوتی۔

ایلبیک لاریدہ جویاق:۔ ترکی زبان کے الفاظ ہیں جو ترک بابری سے لئے گئے ہیں۔ یعنی ان کے ہاتھوں میں جویاق یا ڈنڈے تھے غالباً بے سروسامانی کی حالت مراد ہے۔ اردو میں ڈنڈے بجانا تقریباً اس کا مرادف ہے۔

قزاقیہا:۔ جمع قزاقی۔ ترکی زبان میں اس لفظ کے معنی حملہ یا تاخت کے ہیں۔ قزاق اور روسی کاسک اسی سے مشتق ہیں۔

مردم ؤصیل الکہ:۔ یعنی وہ لوگ جنہیں یہ علاقہ (الکہ) بطور جاگیر دیا گیا تھا۔ وصیل وص یا وصول سے صفت کا صیغہ ہے۔ اسی طرح اس کے معنی ہوئے وہ شخص جسے کوئی چیز ملے یا جسے کوئی چیز دی جائے۔ بیوریج نے لفظ الکہ کو آنکہ یا انگہ پڑھا ہے۔ مگر یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ اس سے پہلے بھی صفحہ ا پر "الکہ" علاقہ کے معنوں میں آچکا ہے (الکہ ماوراء النہر)

تنغفار شدند:۔ تنغفار باز کی قسم کا ایک پرندہ ہے۔ پرانے تاتاریوں کا یہ خیال تھا کہ مرنے کے بعد انسان کی روح پرندہ بن جاتی ہے۔ قدیم عربوں میں بھی یہ روایت تھی کہ ہامہ اور صدیٰ جو اُلو کی قسم کے پرندے ہیں ان میں انسانی روح چلی جاتی ہے۔ اور اگر کوئی شخص قتل ہو جائے اور اس کا انتقام نہ لیا جائے تو اس کی روح اُلو بن کر رات کے وقت کریہہ آواز سے چلاتی پھرتی ہے۔

بعد از تولد فرزندان:۔ اس طرز بیان میں مصنفہ کے نسوانی دماغ کی جھلک معلوم ہوتی ہے۔ عورتوں کا اکثر یہ قاعدہ ہوتا ہے کہ

بچوں کی پیدائش سے اور واقعات کا حساب کرتی ہیں۔

پیش خانہ:۔ سفر میں ایک زائد خیمہ ساتھ رکھا جاتا تھا۔ یہ خیمہ ایک منزل آگے بھیج دیا جاتا تھا تاکہ جب بادشاہ وہاں پہنچیں تو ان کی جائے قیام پہلے ہی سے آراستہ موجود ہو۔ یہ خیمہ پیش خانہ کہلاتا تھا۔

ولی نعمتان:۔ گھر کی بڑی بوڑھی عورتیں ولی نعمتان کہلاتی تھیں یہ ولی نعمت کی جمع ہے۔ اگرچہ یہ جمع قواعد صرف کی رو سے صحیح نہیں۔ صحیح جمع اولیائے نعمت ہوگی۔

سراپردہ:۔ خیمہ کے گرداگرد جو قناتیں لگائی جاتی ہیں انھیں سراپردہ کہتے ہیں۔ بادشاہی خیمے بہت پُرتکلف اور شاندار ہوتے تھے ہسپانوی سفیر کلاویجو نے جو امیر تیمور سے ملنے سمرقند گیا تھا ایک خیمہ کی کیفیت لکھی ہے جس کا بیان یہاں خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ ہم جس سائبان کے نیچے بیٹھے ہیں اس کے قریب ہی ایک بہت بڑا اور بہت اونچا چورس وضع کا خیمہ نصب ہے۔ اس کی اونچائی تین نیزوں کے برابر ہے اور اس کی لمبائی سو قدم سے کم نہ ہوگی۔ خیمہ کی چھت گنبد کی طرح گول وضع کی ہے اور اسے بارہ لکڑی کے ستون تھامے ہوئے ہیں جن میں سے ہر ایک کی گولائی ایک آدمی کے سینہ کے برابر ہے۔ نیلا، سنہری اور کئی اور قسم کے رنگوں سے یہ ستون مزین ہیں۔ خیمہ کے اندر کی دیواریں قرمزی تا پسٹری سے ڈھکی ہوئی ہیں جس میں قسم قسم کے خوبصورت نقش ونگار ہیں۔ جا بجا ریشمی اور زر دوزی پردے آویزاں ہیں۔ خیمہ کی

چھت کی زیبائش بہت ہی دلفریب ہے۔ اس کے چاروں کونوں پر چار عقاب بنے ہوئے ہیں جو اپنے پر سمیٹ کر بیٹھے نظر آتے ہیں۔ خیمہ کی باہر کی دیواریں ریشمی کپڑے کی ہیں جس پر سفید اور کالی اور زرد دھاریاں ہیں۔ ہر ایک کونے پر ایک بہت اونچا چوبی ستون نصب ہے جس کے سرے پر ایک چمکتا ہوا تانبے کا کرہ بنا ہوا ہے اور اس کرہ کے اوپر ایک خوبصورت ہلال ہے۔ دور سے دیکھو تو یہ عظیم الشان خیمہ کوئی قلعہ معلوم ہوتا ہے اور اس کی شان و شوکت انسان کو محو حیرت کر دیتی ہے۔

باہر کی طرف خیمہ کے گرداگرد ایک کپڑے کی دیوار کھڑی ہے جیسے کسی شہر یا قلعہ کی دیوار ہوتی ہے۔ دیوار کا کپڑا ریشم کا ہے اور اس پر طرح طرح کے نقش و نگار ہیں۔ دیوار کے اوپر کی طرف کنگورے بنے ہوئے ہیں اور باہر اور اندر دونوں طرف سے اس دیوار کو زمین کے ساتھ رسیوں سے مضبوط کیا ہوا ہے۔ اس کپڑے کی چار دیواری کا ہر ایک رخ تین سو قدم ہے۔ اور اونچائی ہیں وہ گھوڑے سوار کے سر تک پہنچتی ہے۔ اس میں جو دروازہ ہے وہ بہت بلند و بالا ہے۔ اور اسے بند کر کے مقفل کیا جا سکتا ہے۔ یہ چار دیواری جو خیمہ کا احاطہ کئے ہوئے ہے سراپردہ کہلاتی ہے۔ اس کے اندر کئی اور خیمے اور سائبان جگہ جگہ نصب ہیں۔

پاتر:۔ ہندی کا لفظ ہے۔ پتر یا بھی اسی کی ایک شکل ہے۔ یہاں

لونڈی کے معنی میں مستعمل ہے۔ آج کل گنواری زبان میں اکثر رنڈی یا ناچنے والی کو کہا جاتا ہے۔

چوکندی:۔ چھت پر کمرہ جس کے چاروں طرف دروازے ہوں۔ اسے غرفہ بھی کہتے ہیں۔ ترکی زبان میں کشتی کے پچھلے حصہ کو بھی یہی کہتے ہیں جس میں اکثر کمرہ سا بنا ہوتا ہے۔

شکر یدوز:۔ ترکی زبان میں یلدوز کے معنی ستارہ ہیں۔ اور شکر زہرہ ستارہ کو کہتے ہیں۔ پیورج کا خیال ہے کہ بجائے شکر (زہرہ) سکز (آٹھ) پڑھنا چاہیئے۔ آٹھ ستاروں کو اہل ایران نامبارک تصور کرتے تھے

بزن طلاق:۔ مشہور اور عام قسم ہے۔ اب بھی اکثر پرانی وضع کے لوگ جب کوئی بڑی قسم کھانا چاہتے ہیں تو کہتے ہیں کہ "اگر میں نے ایسا کیا ہو یا کہا ہو تو میری بیوی کو طلاق" بلکہ ان کے نزدیک اس سے بڑی اور کوئی قسم نہیں۔ عبارت میں قرآن مجید کی قسم کے ساتھ اسی لئے اس کا ذکر کیا ہے۔

حبوبات:۔ (عربی) غلّے اور اناج کی قسم سے چیزیں حب دانہ۔ اناج۔ یہاں اناج غلہ پر ٹیکس سے مراد ہے۔

محافہ سہ رکیب:۔ محافہ یا محفّہ عربی میں پالکی یا عماری کے لئے مستعمل ہے۔ سہ رکیب سے مراد یا تو ایسی عماری ہے جسے تین گھوڑے یا اونٹ اٹھاتے ہوں یا ممکن ہے کہ وہ جس میں تین آدمی بیٹھ سکیں۔

اسپان تیوچاق:۔ تیوچاق لفظ ترکی ہے۔ خوبصورت لمبی گردن

والے تیز رفتار چپل گھوڑے۔

دو توقوز:۔ تاتاریوں میں یہ دستور تھا کہ تحفہ کے طور پر جو چیزیں دی جاتی تھیں وہ نو نو کی تعداد میں ہوتی تھیں یعنی ہر ایک قسم کی چیز کے نو عدد ہوتے تھے۔ مثلاً نو گھوڑے۔ نو تلواریں نو غلام وغیرہ۔ ترکی زبان میں توقوز کے معنی نو کے ہیں۔

خلیفہ بابا ہم:۔ یعنی خواجہ نظام الدین علی برلاس جو بابر بادشاہ کے وزیر تھے۔ برلاس خاندان سے بابر کے بہت قریبی تعلقات تھے۔

ماہمائے ایشاں در باغچہ مرا فرود آوردہ بودند:۔ اسوقت گلبدن بیگم کی عمر پانچ چھ سال کی تھی۔ اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ کس طرح شروع سے ہی بچوں کو ادب آداب، تمیز اور شائستگی کی تعلیم دیجاتی تھی۔

سقرلات:۔ یا اسقرلات (اطالوی زبان کا لفظ) ایک قسم کا اعلیٰ سرخ رنگ کا کپڑا جسے اس کے موجد کے نام پر اسکرلٹ بھی کہتے ہیں۔

تورخانہ:۔ ترکی زبان میں تور جالی یا جالی دار کپڑے کو کہتے ہیں۔ (تور بواو مجہول در ترکی جالی را گویند کہ بر محفہ سواری عرائس و بیگمات اندازند از غیاث اللغات) تورخانہ سے یہاں مراد ایسی نشست گاہ ہے جس کے چاروں طرف جالی کے پردے ہوں تاکہ مکھیوں اور مچھروں سے امن رہے۔

آفتابچی:۔ یعنی آفتابہ بردار۔

روند حضرت علی کرم اللہ وجہہ:۔ لفظ روند مشتبہ ہے۔ ممکن ہے کہ صحیح لفظ روزہ ہو۔ بہرحال اس سے مراد کسی قسم کا روزہ یا ریاضت ہے

جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف منسوب ہے۔

عمہ جیو :۔ عمۃ (عربی) کے معنی پھوپھی کے ہیں۔ جیو یا جی ہندی کا لفظ ہے جو تعظیم کے لئے یا پیار کے لئے ناموں کے ساتھ لگاتے ہیں۔ یہاں عمہ جیو سے مراد خانزادہ بیگم ہیں جو بابر بادشاہ کی بڑی بہن اور گلبدن بیگم کی پھوپھی تھیں۔ آپ کو آکا جانم بھی کہا جاتا تھا۔

جیجم :۔ یعنی میری والدہ دلدار بیگم۔ گلبدن بیگم اپنی والدہ کے لئے آجم کا لفظ بھی استعمال کرتی ہیں (جیجہ یا چیچہ + م = میری)۔ چیچہ ترکی میں خالہ کو کہتے ہیں۔ اور جیجہ بھی کہا جاتا ہے۔ اسی لئے غالباً والدہ یا انا یا اور بڑی بوڑھی عورتوں کے لئے بھی یہ لفظ استعمال ہوتا ہے (لغت عثمانی)

ننیجہ :۔ ننہ ترکی میں "اماں" کے معنی ہیں استعمال ہوتا ہے (بچوں کی زبان) ممکن ہے کہ ننیجہ اس سے تصغیر بنائی گئی ہو۔ پیار کے لئے۔

مادران مارا : گلبدن بیگم کی والدہ دلدار بیگم کے علاوہ اس کی سوتیلی مائیں یعنی ماہم بیگم اور گلرخ بیگم بھی موجود تھیں۔

معلان :۔ بے قاعدہ فوج کے آدمیوں سے مراد ہے۔

برات وایام متبرکہ :۔ برات سے مراد شب برات ہے۔

یتیمی و بے سری خود :۔ اپنے باپ کی وفات کے وقت گلبدن بیگم کی عمر قریباً آٹھ سال کی تھی۔ تین سال کی عمر میں آپ کو ماہم بیگم نے اپنی بیٹی بنا لیا تھا۔ ماہم بیگم کو گلبدن بیگم جگہ جگہ اپنی کتاب میں آکام لکھتی ہیں لفظ آکام میں ادب اور پیار دونوں شامل ہیں۔

ببن و بایزید:۔ دو نامی افغان تھے جو لودھی خاندان کی حمایت میں جنگ کر رہے تھے۔

یساول:۔ معنی چوبدار۔ ترکی لفظ ہے۔

یراق۔ یراق بلقان:۔ اینٹ۔ ایس مورخ نے اس عبارت میں یراق کا مفہوم سامان حرب یعنی ہتھیار وغیرہ سمجھا ہے۔ اور یراق بلقان سے مراد ایک مغل افسر کے خاص ہتھیار لی ہے۔ بلقان کو غالباً ایلخان کا مرادف سمجھا ہے۔ یہ مفہوم کچھ بہت صحیح معلوم نہیں ہوتا۔ بلکہ یراق بلقان سے مراد کوئی اس قسم کا سامان ہوگا جو اکثر زچہ خانہ اور اس کی متعلقہ تقریبات چھٹی وغیرہ میں کیا جاتا ہے۔

خرگاہا دوختہ:۔ دوختہ کے لفظی معنی تو "سئے گئے" ہیں۔ لیکن یہاں مراد غالباً "تیار کئے گئے" سے ہے۔

آئینہ بندی:۔ بازاروں اور دکانوں کو یا مکان کو آئینے لگا کر سجانا۔ پرانے زمانہ میں خاص تقریبوں پر اس کا بہت دستور تھا۔ بلکہ یوں بھی کسی مکان کی زینت اکثر آئینوں سے کی جاتی تھی اور ایسے مکان آئینہ خانہ (ہندی شیش محل) کہلاتے تھے۔

ادسفہ:۔ تاپسٹری سے مراد ہے یعنی ایک قسم کا کپڑا جس میں نقش و نگار ہوتے ہیں۔

خرگاہ و بارگاہ:۔ خیمہ کے دو حصے ہوتے تھے۔ خرگاہ اکثر پچھلا حصہ جس میں سونے وغیرہ کا انتظام ہوتا تھا اور بارگاہ وہ حصہ جس میں

بادشاہ یا امراء اور لوگوں کو شرف باریابی دینے نفے آگے کی طرف ہوتا تھا

کنت و سرکنت :- یعنی قنات اور اس کا حاشیہ۔

ماہ چچہ۔ گل چچہ :- پیار کے الفاظ ہیں۔

آکام :- یعنی ماہم بیگم۔ آکا لفظ آقا کی ترکی شکل ہے۔ آکا تعظیم کا لفظ ہے اور عورت مرد کے لئے یکساں استعمال ہوسکتا ہو۔

آجم :- یعنی میری والدہ دلدار بیگم۔

نوکار :- یعنی نوکر بمعنی شاگرد و ملازم۔

خواجہ کبیر :- خواجہ سرا جس کا نام کبیر تھا۔ یا بڑے خواجہ سرا سے مراد ہوسکتی ہے۔

تشویش شکم :- معلوم ہوتا ہے کہ شکمی امراض بہت عام تھے ہمایوں نامہ میں متعدد اشخاص کی بیماری کے ضمن میں تشویش شکم یا درد شکم کا ذکر ہوتا ہے۔ چنانچہ آلور میرزا۔ بابر بادشاہ۔ ماہم بیگم۔ اسی مرض میں مبتلا ہوئے

آش چلہ آکام :- آش کے معنی ترکی میں عام کھانے کے ہیں۔ وفات کے بعد چالیس دن پورا ہونے پر بطور خیرات کھانا تقسیم کیا جاتا ہو آش چلہ سے یہی کھانا مراد ہے۔

طوی طلسم :- یہ جشن ہمایوں کی تخت نشینی کی خوشی میں منایا جاتا تھا طوی کے معنی شادی ہیں۔ (بیورج)

زہگیر تراشی :- فارسی عبارت میں زہگیری تراشی لکھا ہے۔ مگر یہ صحیح معلوم نہیں ہوتا۔ کمان کے چلّہ کو زہ کہتے ہیں۔ اور زہ گیر سے مراد وہ

چھلّا یا انگوٹھی ہے جو چلّہ کھینچتے وقت انگلی یا انگوٹھے پر پہن لیتے تھے۔ زہگیر
تراشی سے مطلب اس قسم کی انگوٹھی بنانا ہے۔
علوفہ دار یعنی جن کے وظائف مقرر تھے شدہا مروارید۔ شد کا لفظ مشتبہ معلوم ہوتا ہے۔
مگر بظاہر یہاں مراد ہار یا لڑی سے ہے۔

پاندان :۔ معلوم ہوتا ہے کہ مغل ہندوستان میں آکر بہت جلدی
پان کے شائق ہو گئے تھے۔

جمدھر و کھپوہ :۔ ہندی کے الفاظ ہیں۔ بجائے کھپوہ غالباً
کھپرا صحیح ہو گا۔ کھپرا چوڑی نوک کے تیر کو کہتے ہیں (فوربز۔ ہندوستانی
ڈکشنری)

قورپوش :۔ قور کے معنی زرہ کے ہیں۔ قورپوش وہ لباس ہو گا جو
زرہ کے اوپر پہنا جائے۔

توشک ہائے خیال :۔ خیال بظاہر کسی قسم کا کپڑا ہوتا ہو گا۔
سیاچق :۔ ترکی لفظ ہے جو اب بھی عام طور پر استعمال ہوتا ہے۔
مرقع :۔ البم (انگریزی) کے معنی ہیں جس میں تصویریں وغیرہ ہوتی
ہیں۔

گلولہ شبت :۔ سونف کی گولی۔ گولی اور معجون اس لئے کھلائی گئی
کہ پانی میں بھیگنے کے بعد سردی نہ لگ جائے۔
تالار :۔ بارہ دری کی قسم کی عمارت۔
کوشکہ و ادسفقہ :۔ کوشک ایک قسم کی بارہ دری کو کہتے ہیں۔ کوشکہ

اس سے تصغیر ہے۔ اور کوئی ایسا چھوٹا سا خیمہ مراد ہے جو کوشک کی وضع کا ہو۔ اور جس کے ساتھ پھولدار کپڑے (اوسقہ) کے پردے ہوں۔

چارقب :۔ ایک قسم کی صدری جس کی آستین نہیں ہوتی۔

چارقرتیجے :۔ چار = چہار۔ قرتیجہ یعنی چھوٹا کرتہ یا صدری قرتیج کی تصغیر ہے۔ قرتیج کرتہ کو کہتے ہیں۔ اردو الفاظ کرتی یا کرتہ اسی سے بنے ہیں۔

یک درخت ودو خطیب :۔ یہ الفاظ غیر معروف ہیں۔ درخت سے مراد شاید کسی قسم کا شاخدار شمعدان ہو سکتی ہو۔

سہ زنجیر فیل :۔ یعنی تین ہاتھی۔ زنجیر زائد ہے۔ اکثر چیزوں کی گنتی میں بعض مخصوص لفظ اضافہ کر دیتے ہیں۔ مثلاً پنج "راس" اسپ سہ "زنجیر" فیل وغیرہ۔

فطرات :۔ صحیح فترات ہے جو عربی میں فترۃ کی جمع ہے۔ اور ایسے زمانہ یا وقت کو کہتے ہیں جس میں فتنہ و فساد اور بے چینی منودار ہو۔ چنانچہ دو پیغمبروں کے درمیان جو زمانہ بیدینی اور الحاد کا ہوا سے بھی فترۃ کہتے ہیں۔

طاقی :۔ یا طاقیہ یعنی ٹوپی۔ طاقیہ چہار گوشہ صوفیوں کا بہت مرغوب و ممتاز لباس تھا۔ نو عمر لڑکیاں اکثر ٹوپی اوڑھتی تھیں۔

لچک قصابہ :۔ خوبصورت رومال یا کپڑا جو بڑی عمر کی لڑکیاں یا عورتیں بالوں پر باندھتی تھیں۔

کوچانیدہ :۔ کوچانیدن مصدر سے ہے جس کے معنی چلانا یا کوچ کرانا ہیں۔

گواران :- وہی ہندی لفظ گنوار کی فارسی نما جمع ہے۔
ضعفا :- یعنی عورتیں اور بچے۔ بوڑھے لوگ بھی مراد ہو سکتے ہیں۔
آب لاہور :- یعنی دریائے راوی۔
زلچہ :- (ترکی) بمعنی مسند۔

در آئینہ گرچہ خود نمائی باشد ...... الخ۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ آئینہ میں آدمی اپنی شکل دیکھ سکتا ہے اور اس دیکھنے میں اگرچہ ایک خود نمائی اور غرور کا بھی پہلو ہے۔ مگر ساتھ ہی یہ بات ہے کہ آئینہ کے سامنے گویا آدمی اپنے آپ سے جدا ہو جاتا ہے۔ اور ایک غیر بنکر دکھائی دیتا ہے۔ اور اس طرح آدمی اپنے عیوب پر بخوبی نظر کر سکتا ہے کیونکہ اپنی نسبت غیر کے عیوب زیادہ صاف طور پر دکھائی دیتے ہیں۔ رباعی کے دوسرے شعر کا مفہوم یہ ہے کہ انسان کا اپنے تئیں اس نظر سے دیکھنا جس سے وہ اور لوگوں کو دیکھتا ہے۔ بہت مشکل اور نایاب بات ہے۔ خدا ہی کسی کو توفیق دے تو یہ ہو سکتا ہے۔ میرزا کامراں کو اس رباعی کے بھیجنے میں یہ اشارہ پایا جاتا ہے کہ ان کا بادشاہ کی برابری کا دعویٰ محض زعم باطل ہے اور وہ اس قابل نہیں کہ بادشاہی مسند پر بیٹھیں۔ جیسے کسی اس قسم کی بات پر کسی کو کہہ دیتے ہیں "پہلے آئینہ میں اپنی شکل تو دیکھ لو"!

واقعہ فردوس مکانی :- یعنی تزک بابری۔

ژندہ پیل احمد جام :- ہمایوں بادشاہ اپنی والدہ ماہم بیگم کی طرف سے ان کی نسل سے تھے۔ اور اکبر کی والدہ حمیدہ بیگم بھی ان کی

اولاد میں سے نفیس۔

ہفت دریا یکجا شدہ :- اس جگہ سے مراد ہے جہاں پنجاب کے دریا مل ملاکر دریائے سندھ میں شامل ہو جاتے ہیں۔

میر سمندر :- غالباً کشتی بانوں کے افسر سے مراد ہو۔

ده ہزار کس :- دہ کی جگہ دو زیادہ موزوں معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اس بے سروسامانی میں ہمایوں بادشاہ کے پاس اس قدر لشکر کہاں ہو سکتا ہے کہ اس میں سے دس ہزار آدمی سمندر میں ڈوب جائیں۔

ملا سرخ کتابدار :- خوب نام ہے۔ کتاب دار سے مراد غالباً منشی یا محرر ہے۔

سودمہ سیمیچہ :- ترکی الفاظ ہیں۔ غالباً بے قاعدہ اور باقاعدہ سپاہ سے مراد ہے۔

بسبی تمام مردم :- بسبی کا لفظ غلط معلوم ہوتا ہے۔ غالباً نسبتی ہوگا۔ یعنی متعلقین۔

چولی :- جن آدمیوں نے ہمایوں بادشاہ کی ہمراہی میں سندھ اور بلوچستان کی بادیہ پیمائی کی تھی ان میں سے بعض کے نام کے ساتھ لفظ چولی کا اضافہ کر دیا گیا تھا۔ چول کے معنی صحرا۔ بیابان کے ہیں۔ اور چولی اس سے صفت کا صیغہ ہے۔

بر بایوئی قلعہ سوار کیپک رسید :- یہ الفاظ بے ربط معلوم ہوتے ہیں۔ اس لئے قیاساً ان کو بدلکر اس طرح پڑھا گیا ہے۔ بر بابوئی

نزد رہوار کیپ پک رسید یعنی ایک ازیک جوان جو ایک ٹٹو پر سوار تھا کیپ پک
کے گھوڑے (رہوار) کے قریب پہنچا۔

چتر و طاق:۔ چتر یعنی چھتری کی وضع کے گول سائبان یا خیمے طاق
یعنی گول چھت کا محراب دار خیمہ یا دروازہ۔

دانگ:۔ یا دانک۔ اس سے مراد ایک حصّہ ہے۔ اکثر کسی چیز
کے ۱/۶ حصّہ کو دانگ کہتے ہیں۔

دانق (عربی) سے یہ لفظ متعلق ہے۔ دانق دینار کے چھٹے حصّہ کو
کہتے ہیں (ڈی فوربز ہندوستانی ڈکشنری)

ماہ چیچم:۔ پیاری بہن۔

از پئ نورخانہ:۔ نورخانہ یہاں صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ طورخانہ
ہونا چاہئے۔ یعنی اس قسم کے مکان سے۔ تورخانہ ایسی نشست گاہ کو کہتے
ہیں جس کے گرد جالی کے پردے ہوں۔ یہ لفظ یہاں موزوں نہیں۔

میرزا سلیمان:۔ ہمایوں بادشاہ کے اور بھائیوں کے ساتھ
آپ کا نام بھی لکھ دیا گیا مگر آپ ہمایوں بادشاہ کے حقیقی بھائی نہ تھے

رواج:۔ باریباس۔ ریواس۔ ایک قسم کا دو تین فٹ اونچا پودا
جس کے پتے کرم کلے کے پتوں کے مشابہ ہوتے ہیں۔ ان کا رنگ سبز
ہوتا ہے مگر جڑ کے قریب اودا اور سفید ہو جاتا ہے۔ اس کا پھول سرخ
رنگ کا ہوتا ہے۔ اور اس پودے کی جڑ کو ریوند کہتے ہیں۔ سرد پہاڑی
ملکوں میں یہ پودا بہت پایا جاتا ہے۔ اور اس کی بہترین قسم ایران کے

بعض علاقوں میں ہوتی ہے۔ یہ پودا ادویات میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

افغانی آغاچہ:- از...... اُفتاد۔ اس فقرہ میں افغانی آغاچہ کا نام دہرانے میں ایک تفنن یا ظرافت پائی جاتی ہے۔

چادر مہر آمیز:- اس سے یا تو مہر آمیز (نام) کا خیمہ مراد ہوسکتی ہے یا ممکن ہے کہ اس خیمہ کا نام ہی مہر آمیز ہو۔ کیونکہ بعض خیموں کا بھی کچھ نام رکھدیا جاتا تھا۔

خط نوشتند کہ بہ گناہ خود.....:- بیگمات سے ہمایوں بادشاہ اس وجہ سے خفا ہوگئے تھے کہ اُنھوں نے سیر کے لئے جانے کی تیاری میں دیر کردی تھی۔

نیمچہ:- یعنی جاکٹ یا صدری۔ نیم تن یا نیم تنہ بھی کہتے ہیں۔

اے دریغ..... الخ:- یعنی افسوس ہزار افسوس میرا آفتاب (میرزا ہندال) بادل (موت) میں پنہاں ہوگیا۔ میرزا ہندال نومبر ۱۵۵۱ء میں شہید ہوئے۔

رخنہ گر...... بہ:- یعنی مملکت میں فتنہ وفساد برپا کرنے والے کو قتل کردینا ہی مصلحت ہے۔

در نواحی رہتاس......میل کشید:- یہ واقعہ اگست ۱۵۵۳ء میں ہوا۔

صولتِ شیر شاہی

یعنی سوانح عمری سلطان عادل شیر شاہ سوری رحمتہ اللہ علیہ

ہندوستان کے اسلامی عہد حکومت کی تاریخ میں شیر شاہ کو جو شہرت و عظمت حاصل ہے وہ کسی سے مخفی نہیں، اس اولوالعزم عادل فرمانروا نے محض اپنی ہمت، شجاعت اور حسن تدبیر سے بہت معمولی حیثیت سے ترقی کرکے ہندوستان کی سلطنت حاصل کی، اور پھر بڑی قوت، قابلیت، تدبر اور عدل و انصاف سے حکمرانی کے فرائض ادا کئے، نیز ایسے آئین و قوانین وضع کئے جس کی نظیر مشکل سے مل سکتی ہے۔

اب تک اس بادشاہ عادل کی کوئی مفصل لائف اردو زبان میں طبع نہیں ہوئی تھی، گزشتہ اپریل میں کانفرنس نے یہ لائف شائع کی ہے، جو اصلی و معتبر ماخذوں سے مرتب کی گئی ہے،

یہ کتاب ایک دیباچہ اور سات ابواب پر مشتمل ہے، آخر میں ایک مبسوط ضمیمہ ہے جس میں آلِ سور کے حالات بیان کئے گئے ہیں ان ابواب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شیر شاہ کیسے عجیب و غریب دل و دماغ کا فرمانروا تھا، اور اس کے کارنامے و آئین حکومت کس قدر حیرت انگیز و دلچسپ ہیں، مصنف نے شیر شاہ کے اعمال حسنہ اور سیرت و خصلت کو بھی حسن و خوبی سے بیان کیا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ شیر شاہ کی حکومت کا مقصد ملک و ملت کی خدمت تھی، اور وہ حکومت کو خدا کی ایک امانت سمجھتا تھا۔

متعدد ارباب علم نے اس کتاب پر نہایت عمدہ ریویو کرکے اس کے محاسن کا اعتراف کیا ہے،
یہ کتاب مسلم یونیورسٹی پریس میں چھپی ہے، ضخامت ۱۶۰ صفحے قیمت بخیال توسیع اشاعت صرف عہ

ملنے کا پتہ:- صدر دفتر کانفرنس سلطان جہاں منزل علی گڑھ

گنجینۂ اسکاؤٹنگ

ہندوستانی زبان میں ایک نیا اضافہ

ہمارے تمام تعلیمی اداروں کے سامنے یہ اہم سوال درپیش ہے کہ کس طریقہ سے بچوں کی فرصت کے اوقات کو جو درسی تعلیم کے بعد اُن کو ملتے ہیں، اور جن کو وہ نہایت لغو و غیر مفید کھیلوں اور آوارہ گردی میں ضائع کر دیتے ہیں کسی مفید کار آمد کام میں صرف کر سکیں،

دوسری مہذب و متمدن قوموں نے اس سوال کو اسکاؤٹنگ کی تعلیم کو جاری کر کے حل کر دیا ہے کیونکہ اسکی تعلیم بچوں کے قدرتی نشو و نما کے مطابق ہوتی ہے، اور بچے اس دلچسپ کھیل سے بہت لطف حاصل کرتے ہیں، اور کھیل ہی کھیل میں اخلاق، کفایت شعاری، اور بنی نوع انسان کی ہمدردی سیکھ لیتے ہیں، ہمارے اسکولوں میں بھی اسکا عام رواج ہوتا جاتا ہے لیکن بدقسمتی سے ابتک ہماری زبان میں اسکے متعلق کوئی لٹریچر موجود نہیں ہے، جس سے اردو خواں اصحاب فائدہ اُٹھا سکیں،

اس خیال کو پیش نظر رکھکر آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس علی گڑھ نے علی گڑھ کے مشہور اسکاؤٹ مسٹر شبیر احمد بی اے بی ٹی اسکاوٹ کمشنر کی کتاب گنجینۂ اسکاؤٹنگ کو ابھی حال میں طبع کرا کر شائع کیا ہے جو اس فن کی ایک مکمل و مستند کتاب ہے، اور جس میں تمام ضروری تصاویر بھی موجود ہیں،

اس کتاب کا ہر ایک اسکاؤٹر اور اسکاوٹ کے ہاتھ میں ہونا نہایت ضروری ہے، اس کتاب کی مقبولیت بڑھ رہی ہے اور ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو رہی ہے، نیز اس کتاب کو ٹیکسٹ بک کمیٹی صوبجات متحدہ نے تمام اسکولوں، مکتبوں اور نارمل اسکولوں کے لئے منظور کیا ہے، کتاب بہت عمدہ چھپی ہے اور ضخامت تین سو صفحہ سے زیادہ ہے، قیمت فی کتاب علاوہ محصولڈاک ایک روپیہ چار آنہ ہے لیکن جو تاجر کافی تعداد میں خریدیں اُنکو معقول کمیشن بھی دیا جاتا ہے۔

ملنے کا پتہ:۔ صدر دفتر کانفرنس سلطان جہاں منزل علی گڑھ

سلاطین معبر

سلسلۂ تاریخ دکن کی پہلی کتاب یعنی ساحل کارومنڈل کے مسلمانوں کی فراموش شدہ سلطنت کا تاریخی حال جسکو حیدرآباد کے مشہور مؤرخ حکیم سید شمس اللہ صاحب قادری نے عربی، فارسی، انگریزی کے معتبر و مستند ماخذوں سے تالیف کیا۔ کتاب میں متعدد صحیح و صاف نقشہ جات اور سلاطین معبر کے سکّوں کے عکسی نقوش ہیں۔ کتاب مسلم یونیورسٹی پریس میں بہت نفیس چھپی ہے۔ قیمت۔ چھ آنے ۶/

ملیبار

یہ سلسلۂ تاریخ دکن کی دوسری کتاب ہے جو کانفرنس کی تحریک سے حکیم سید شمس اللہ قادری صاحب نے تالیف کی ہے اور عربی، فارسی، اردو، انگریزی کی معتبر و مستند کتابوں سے ماخوذ ہے،

اس کتاب میں ملیبار کا جغرافیہ، اسکی قدیم تاریخ اور ملیبار کے ساتھ اقوام عالم کے تعلقات بیان کرکے ملیبار میں عربوں کے توطن اور ملوک الطوائف کے حالات لکھے ہیں، اس کے بعد اشاعت اسلام کی کیفیت موپلا کی تحقیق، اور ملیبار کے سیاحوں اور ان کے سفرناموں کا ذکر کیا ہے۔ اسی سلسلہ میں ابن بطوطہ کی سیاحت کا بھی ذکر آگیا ہے،

آخر میں بعض ملیباری مسلمان مؤلفین کے حالات بیان کرکے اختصار کے ساتھ ساحل ملیبار پر پرتگیزوں کے اقتدار کی سرگزشت لکھی ہے، پھر اہم واقعات کا سنہ وقوع سلسلہ وار بیان کیا ہے، کتاب بحیثیت مجموعی مفید معلومات کا ذخیرہ ہے۔

کتاب میں جابجا متعدد نقشے بھی ہیں جو بہت عمدہ اور صاف چھپے ہیں، اور ان سے ان مقامات کی جغرافیائی حالت بیک نظر واضح ہو جاتی ہے۔

ضخامت مع سرورق ۸۰ صفحے۔ کتابت و طباعت عمدہ و نفیس۔ قیمت ۱۰/

ملنے کا پتہ :۔ صدر دفتر کانفرنس سلطان جہاں منزل علی گڑھ

پراونشل مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کا رزولیوشن متعلق کانفرنس گزٹ

پراونشل کانفرنس کے اجلاس دہم منعقدہ علی گڑھ میں ۲۰ اکتوبر ۱۹۳۳ء کو خان بہادر ہدایت حسین صاحب بارایٹ لا ایم ایل سی نے کانفرنس گزٹ کے متعلق ایک خاص لیوشن پیش کیا اور مولوی ابوالحسن صاحب ریٹائرڈ انسپکٹر مدارس صوبہ متحدہ نے اس کی ید کی محرک و موید نے اس رزولیوشن کے متعلق زبردست تقریریں کیں اور حاضرین کو بتایا نفرنس گزٹ کس قدر مفید اخبار ہے یہ رزولیوشن جو تمام حاضرین اجلاس کی تائید سے پاس ہوا ذیل ہے:

رزولیوشن نمبر ۱۱

"یہ کانفرنس اس امر کو بہ استحسان دیکھتی ہے کہ آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل نے تعلیمی و اصلاحی ن نیز اپنے مقاصد کی تبلیغ و اشاعت کے لئے اپنا اخبار کانفرنس گزٹ جاری کیا جو اپنے مفید و پُر مغز اصلاحی مضامین کی بنا پر اہل علم کی ستایش حاصل کر چکا ہے۔

چونکہ ہر انسٹی ٹیوشن کے لئے ایک آرگن کی ضرورت مسلم ہے، یہ کانفرنس اس اخبار ضرورت کو تسلیم کرتے ہوئے پبلک کو اس کی مالی و اخلاقی اعانت پر متوجہ کرتی ہے نواب بہادر سر محمد مزمل اللہ خاں بالقابہ کا شکریہ ادا کرتی ہے کہ ممدوح نے سنہ رواں کانفرنس گزٹ کو پانسو روپیہ عطا فرما کر اس کی بنیاد کو مستحکم فرمایا۔"

کانفرنس گزٹ کا نمونہ حسب ذیل پتہ سے طلب کیجئے:

دفتر کانفرنس سلطان جہاں منزل علی گڑھ

کانفرنس گزٹ علی گڑھ

یعنی

آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کا تعلیمی و اصلاحی اخبار

جو زیر نگرانی

جناب نواب صدر یار جنگ بہادر آنریری سکرٹری کانفرنس

مہینے میں دو بار شایع ہوتا ہے اور اس میں علی گڑھ کی تعلیمی تحریک مسائل تعلیم و تربیت نظام تعلیم اور اصلاح تمدن و معاشرت پر بحث کی جاتی ہے۔ ہندوستان کے اسلامی پریس نے نہایت عمدہ و حوصلہ افزا الفاظ میں اس پر ریویو کیا ہے اور اس کے اخلاقی و اصلاحی و بلند مضامین کی خاص طور پر مدح و ستایش کی ہے طلبہ، اساتذہ، والدین اور عام ناظرین غرض سب کے لئے اس کا مطالعہ ضروری ہے اخبار بہت عمدگی و نفاست سے اچھے کاغذ پر چھپتا ہے اور تعلیم یافتہ و لائق اصحاب اس میں بلند پایہ مضامین لکھتے ہیں اور جدید تالیفات پر خاص طور پر ریویو کرکے ارباب تالیف کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔ نمونہ ایک کارڈ لکھنے پر مفت ملتا ہے قیمت سالانہ

اڈیٹر:۔ محمد اکرام اللہ خاں ندوی

حسب ذیل پتہ سے طلب کیجئے۔

منیجر کانفرنس گزٹ علی گڑھ